مذہب شیعہ

کتب شیعہ

کافی۔ مجمع البیان۔ عمدۃ البیان۔ الروضۃ بہیہ۔ شرح عرشیہ۔ تاج البلاغۃ شرح نہج البلاغۃ مؤلفہ عبد الحمید بن ابی الحدید شیعی۔ الصافی۔ بحار الانوار۔ کتب الخصال۔ غرر الفوائد۔ اکمال الدین۔ اسرار التنزیل۔ امالی۔ انارۃ البصائر۔ بشریٰ بالحسن۔ حقائق لدنی۔ الصراط السوی۔ کشف الغمہ۔ کلینی۔ حیات القلوب۔ ناسخ التواریخ۔ حجاج السالکین۔ جلاء العیون۔ (ملا محمد باقر مجلسی) مجالس المومنین۔ روضۃ الصفا (تاریخ) استبصار۔ مہیج الاحزان۔

کتب ردِّ شیعہ

ستر الخلافۃ۔ خلافتِ راشدہ۔ تحفہ اثنا عشریہ۔ شرائط المذاہب۔ آیاتِ بینات۔ براہین قاطعہ۔ تشریف البشر۔ رسالہ فدک۔ معیار المذاہب۔ اسباب مقاطعہ درمیان سنّی و شیعہ۔ تحقیقات واقعاتِ کربلا۔

اسماءِ ائمہ شیعہ

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ (۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ (۴) ابو محمد علی بن حسین رضی اللہ عنہ زین العابدین (۵) ابو جعفر محمد بن علی باقر (محمد باقر) (۶) جعفر صادق (۷) موسیٰ کاظمی (۸) علی رضا (۹) ابو جعفر محمد بن علی الجواد (۱۰) ابو الحسن علی بن علی بن محمد التقا (۱۱) ابو محمد حسن بن عسکری (۱۲) امام مہدی علیہ السلام۔

خلفائے ثلاثہ کا ایمان از روئے قرآن

۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (البقرۃ : ۲۱۹)

ترجمہ:۔ تحقیق جو ایمان لائے اور جنہوں نے جہاد کیا راہِ خدا میں وہی اُمید رکھتے ہیں رحمتِ الٰہی کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (مائدہ: ۵۷)
اور جو دوست رکھے اللہ اور اس کے رسول کو اور اُن کو جو ایمان لائے پس یقیناً گروہ اللہ ہی کا غالب ہے۔

۳۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (توبہ : ۲۰) جو کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہِ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بڑے درجے ہیں اللہ کے حضور اور یہی ہیں مُراد پانے والے۔

ہر سہ خلفاء مہاجر اور مجاہد تھے۔ ضروری تھا کہ اس وعدہ الٰہی کے مطابق ان کو وہ درجات ملتے۔ اور چونکہ وہ آخر تک کامیاب ہوتے اس لئے هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کا وعدہ پورا ہوا۔

۴۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ...... الآیہ (آل عمران : ۱۹۶)

ترجمہ: پس جنہوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری راہ میں تکلیف دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور مارے گئے۔ میں ان کی بدیوں (کے اثر) کو ان (کے جسم) سے یقیناً مٹا دوں گا۔ اور میں انہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی (یہ انعام) اللہ کی طرف سے بدلہ کے طور پر ملے گا۔ اور اللہ تو وہ ہے جس کے پاس بہترین جزا ہے۔

۵۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا (احزاب: ۶۱) ترجمہ۔ اگر باز نہ رہیں گے منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور بد خبر اُڑانے والے شہر میں البتہ لگا دینگے ہم تجھ کو انکے پیچھے۔ پھر نہ قریب پھٹکنے پاویں گے۔ تیرے اس شہر میں مگر بہت کم۔

اگر خلفاء بخیال شیعوں کے منافق تھے تو ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جہاد کرتے اور ان کو آنحضرت کے قریب رہنے کا موقع نہ ملتا۔

۶۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (توبہ: ۷۳) مگر چونکہ اس قسم کا کوئی جہاد ثابت نہیں اور نہ ہی یہ خلفاء آپ کے تا وفات الگ ہوئے بلکہ وفات کے بعد بھی تا ایندم قبر میں بھی ساتھ رہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ موجب قرآن یہ مومن تھے۔

۷۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (فتح ۱۹) چونکہ تحت الشجرۃ کے حاضرین میں سے یہ خلفاء بھی تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ ہی کو رضی اللہ کا سرٹیفکیٹ ملا۔

۸۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (نور: ۵۶) چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ان خلفاء کے عہد میں اسلام دور دراز ملکوں میں پھیلا۔ اور اسلام نے وہ موعودہ زور اور عروج پکڑا۔ اور وعدہ الٰہی تھا کہ مومنوں کے ذریعہ اسلام تمکنت پکڑیگا۔ پس خلفاء کا ایمان ثابت ہے۔

۹۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ (مجادلہ: ۲۳) جنکی روح القدس سے تائید کی ان میں یہ خلفاء بھی تھے اور یہی حزب اللہ ٹھہرے۔

۱۰۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (توبہ ۴۰)

یہ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے سکینت اُتاری اور آنحضرت صلعم نے انہی کو اپنا رفیق الطریق بنایا۔

شیعہ مفسرین نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہی اُس وقت آنحضرت صلعم کے ساتھ غارِ ثور میں موجود تھے۔ اور صاحبہ سے مراد آپ ہی ہیں (دیکھو تفسیر مجمع البیان وتفسیر صافی سورہ توبہ رکوع ۶ زیر آیت اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (توبہ ۴۰)

اصحابِ ثلاثہ کے ایمان کے دلائل کُتب شیعہ سے

۱۔ اگر اصحاب ثلاثہ مسلمان نہ تھے تو ان کے عہدِ خلافت میں قیصر وکسریٰ کے ساتھ جو جہاد ہوئے وہ بھی ناجائز ٹھہرے اور جو مالِ غنیمت اِن جہادوں میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا وہ بھی حلال نہ ہوا۔ اور جو لونڈیاں ان جہادوں میں بنائی گئیں وہ بھی حلال نہ ہوئیں۔ شہر بانو خسرو پرویز کی لڑکی جو حضرت حسینؓ کے قبضہ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسیر ہو کر آئی۔ وہ بھی جائز نہ ہوئی اور اُس سے جو اولاد ہوئی۔ اُسکے متعلق کیا فتویٰ شیعہ حضرات لگائیں گے؟

۲۔ قیصر وکسریٰ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو جہاد ہوا اور خدا کے حکم کے مطابق تھا جیسا کہ فروع کافی جلد ۱ باب مَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ الْجِهَادُ صفحہ ۳۱۱ میں ابوعمیر زبیری نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت کی ہے وَ اِنَّهٗ لَيْسَ كَمَا ظَنَنْتَ وَلَا كَمَا ذَكَرْتَ وَلٰكِنَّ الْمُهَاجِرِيْنَ ظُلِمُوْا مِنْ جِهَتَيْنِ ظَلَمَهُمْ اَهْلُ مَكَّةَ بِاِخْرَاجِهِمْ مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ فَقَاتَلُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ لَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ وَظَلَمَهُمْ كِسْرٰى وَقَيْصَرُ وَمَنْ كَانَ دُوْنَهُمْ مِنْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ بِمَا كَانَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ مِمَّا كَانَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ فَقَدْ قَاتَلُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ ذٰلِكَ وَبِحُجَّةِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ يُقَاتِلُ مُؤْمِنُوْا كُلِّ زَمَانٍ

یعنی جس طرح تو نے سمجھا یا کہا۔ (یعنی یہ کہ قیصر وکسریٰ کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائیاں ناجائز تھیں) کیونکہ انہوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا تھا۔ ان پر اہلِ مکہ نے اُن کے گھروں اور مال و دولت سے نکال کر ظلم کیا۔ پس مسلمانوں نے ان کے ساتھ خدا کے حکم سے جہاد کیا۔ اسی طرح قیصر وکسریٰ اور دیگر عربی و عجمی قبائل نے مسلمانوں پر ظلم کیا۔ اس ملک اور حکومت پر قبضہ کرنے کی وجہ سے جس پر اُن سے زیادہ مسلمانوں کا حق تھا پس مسلمانوں نے ان کے ساتھ خُدا کے حکم کے ساتھ جنگ کی۔ اور اسی آیت کے مطابق (یعنی اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج ۴۰) ہر زمانہ کے مسلمان جہاد کرتے ہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودتے وقت پہلی مرتبہ پتھر پر کدال مار کر فرمایا۔ اللہ اکبر فارس کے ملک کی کُنجیاں مجھے دی گئیں (دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ نولکشور و ناسخ التواریخ کتاب

جلد ا صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ ایران) یہ کنجیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ گویا آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو اپنا قائم مقام قرار دیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت

۴۔ وَكَانَ اَفْضَلَهُمْ زَعَمْتَ فِي الْاِسْلَامِ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةَ وَالْخَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ وَلَعَمْرِيْ وَاِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَاِنَّ الْمَصَائِبَ بِهِمَا الْجُرْحُ فِي الْاِسْلَامِ شَدِيْدٌ فَرَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلَا (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ جزء ۱۵ صفحہ ۲۱۹) فَاَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا (نہج البلاغہ باب استناد صفحہ ۱۵ اردو ترجمہ خط نمبر ۹ شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز)۔ اور خلفاء میں سے اسلام میں سب سے افضل اور خدا اور رسول کے لئے سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے حضرت ابوبکرؓ صدیق و خلیفہ فاروقؓ تھے۔ اسی طرح جس طرح تیرا خیال ہے۔ اور بخدا ان کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے اور انکی جُدائی کی وجہ سے اسلام کو سخت زخم لگا ہے۔ ان دونوں پر خدا تعالےٰ کی رحمت ہو اور خدا تعالیٰ اُن کے اچھے اور اعلیٰ کاموں کا ان کو اجر دے۔

۵۔ وَلَارَيْبَ اِنَّ الصَّحِيْحَ مَا ذَكَرَهُ اَبُوْعُمَرَ اِنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ السَّابِقُ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ هُوَ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ اِسْلَامَهٗ (شرح نہج البلاغہ مؤلفہ عبدالحمید ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین بن ابی الحدید شیعی جلد ا جزء ۴ صفحہ ۲۱۳) اور بے شک جس بات کا ابوبکر نے ذکر کیا ہے۔ سچ ہے کہ گو حضرت علیؓ نے پہلے اسلام قبول کیا، لیکن ابوبکرؓ نے سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا۔

۶۔ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْبَكْرٍ (شرح نہج البلاغہ جلد ا جزء ۴ صفحہ ۲۱۳) ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔

۷۔ عَنْ اَبِيْ نَصْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَلِيٍّ اَنَا اَسْلَمْتُ قَبْلَكَ فِيْ حَدِيْثٍ ذَكَرَهٗ فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ا جزء ۴ صفحہ ۲۱۳) ابونصر کہتے ہیں کہ کسی گفتگو میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ میں آپ سے پہلے مسلمان ہوا تھا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔

۸۔ وَقَالَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ مَا قَضَيْنَا اِلَّا فِي الْمَشْوَرَةِ وَاِنَّا لَنَرٰى اَبَا بَكْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ بِهَا اِنَّهٗ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَاِنَّا لَنَعْرِفُ لَهٗ سُنَّتَهٗ وَلَقَدْ اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم بِالصَّلٰوةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ۔ (شرح نہج البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید شیعی جلد ا جزء ۲ صفحہ ۴۵) حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ ہم نے سوائے مشورے کے اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ ہم یقیناً حضرت ابوبکرؓ کو اپنوں میں سے سب سے زیادہ اس امر کا مستحق خیال کرتے ہیں کیونکہ آپ صاحب غار ہیں۔ اور ہم اُن کے اچھے طریقوں کو جانتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم نے جبکہ آپ زندہ تھے ابوبکرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

۹۔ کتاب کَشْفُ الْغُمَّةِ فِیْ مَعْرِفَةِ الْاَئِمَّةِ میں ہے۔ اِنَّهٗ سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْجَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ قَالَ نَعَمْ حَلّٰی اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقِ سَيْفَهٗ بِالْفِضَّةِ فَقَالَ الرَّاوِیْ تَقُوْلُ هٰكَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَكَانِهٖ فَقَالَ نَعَمْ اَلصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَّمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهٗ فِی الدُّنْيَا۔ کہ امام جعفرؒ سے پوچھا گیا کہ کیا تلوار کو سونا چڑھانا جائز ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں جائز ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو سونا چڑھایا تھا۔ اس پر راوی نے متعجب ہوکر کہا کہ آپ ایسا (یعنی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں) تو امام اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہنے لگے ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے خُدا دُنیا میں اس کی بات کو سچا نہیں کریگا۔

۱۰۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں:۔

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَكَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَمْرٍ لَا تَعْرِفُهٗ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَيْءٍ فَنُبَلِّغَهٗ وَقَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمَا صَحِبْنَا وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِاَوْلٰى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ...... وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَالَمْ يَنَالَا۔

(نہج البلاغہ اردو ترجمہ حصہ اوّل ص۵۲۳)

بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ کے سامنے کیا بیان کروں مجھے کوئی ایسی نئی بات معلوم نہیں جو آپ نہ جانتے ہوں اور میں آپ کو کوئی ایسی نئی بات نہیں بتا رہا جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ کیونکہ میرا علم آپ سے زیادہ نہیں۔ ہم آپ سے کسی امر میں سبقت نہیں رکھتے کہ ہم آپ کو اس کی اطلاع دینے کے قابل ہوں اور نہ ہم کسی امر میں منفرد ہی ہیں کہ وہ امر آپ تک پہنچائیں۔ بے شک آپ نے وہ سب کچھ دیکھا اور سُنا۔ جو ہم نے دیکھا اور سُنا۔ اور آپ بھی اسی طرح آنحضرت صلعم کے صحابی رہے جس طرح ہم تھے۔ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ سے کسی امر میں سبقت رکھنے والے نہ تھے اور آپ آنحضرت صلعم کی دامادی کے باعث آنحضرتؐ کے ان دونوں سے زیادہ مقرب ہیں۔

۱۱۔ وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اِنَّهٗ بَايَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْا هُمْ عَلَيْهِ ..... اِنَّهُمْ اُنَاسٌ اِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًا۔ (نہج البلاغہ اُردو ترجمہ حصہ دوم صفحہ ۲۴)

حضرت علیؓ نے حضرت معاویہ کو ایک خط میں (اپنی خلافت کا یہ ثبوت) لکھا کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی۔ اور اسی امر پر کی ہے جس امر پر اُن کی کی تھی..... یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ایک شخص پر مجتمع ہو کر اس کو اپنا امام کہدیں۔ تو یہی امر خُدا کے ہاں بھی موجب رضا ہوتا ہے۔

۱۲۔ لِلّٰهِ بَلَاءُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَی الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَ ذَهَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰی

اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ۔ (نہج البلاغہ اُردو ترجمہ حصہ اوّل ص۴۶۸)

فلاں آدمی کیا ہی اچھا تھا کیونکہ اُس نے کجی کو درست کیا اور دلوں کی بیماریوں کا علاج کیا۔ فتنہ کو پیچھے ہٹایا۔ اور سنت کو قائم کیا اور انتقال کیا ایسی حالت میں کہ وہ پاک اور بے عیب تھا۔ خلافت کا اچھا حصّہ پایا۔ اور اس میں پیدا ہونے والے شر سے پہلے گزر گیا۔ اللہ کی اطاعت گزاری کی اور اس کے حقوق میں تقویٰ سے کام لیا۔"

یہ سب عبارت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی نسبت کہی۔ چنانچہ اس خطبہ کے حاشیہ میں عبدالحمید بن ابی الحدید شیعی نے لکھا ہے کہ فلاں سے مراد عمرؓ ہیں۔

۱۳۔ امام جعفر صادق سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق کسی نے سوال کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا:

ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ فَعَلَیْھِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (رسالہ ادلہ تقیہ فی ثبوتِ تقیہ مؤلفہ سلطان العلماء سید محمد صاحب مجتہد) کہ وہ دونوں امام تھے عدل اور انصاف کرنے والے وہ دونوں حق پر تھے اور حق پر ہی اُن کی وفات ہوئی۔ اور قیامت کے دن ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔

نوٹ:۔ شیعوں کا اس قول کے متعلق یہ کہنا کہ امام جعفر نے دوسرے دن اس قول کی تاویل یہ کی تھی کہ "اِمَامَانِ" سے میری مراد اہل جہنم کے امام" تھی۔ غلط ہے بوجوہات ذیل۔

(۱) "ھُمَا اِمَامَانِ" سے مراد اہلِ جہنم کے امام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عربی زبان اس کی اجازت نہیں دیتی۔ ھُمَا اِمَامَا اَھْلِ النَّارِ کہنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ تثنیہ یا جمع کا صیغہ جب مضاف ہو تو اس کے آخر سے نون گر جاتا ہے جیسے ھُمْ مُسْلِمُوْ اَمَکَّۃَ (یعنی وہ مکہ کے مسلمان ہیں۔ ھُمْ مُسْلِمُوْنَ مَکَّۃَ نہیں ہو سکتا۔

(۲) امام سے جس شخص نے فتویٰ پوچھا۔ اس کو تو آپ نے مندرجہ بالا صاف الفاظ میں جواب دے دیا وہ اب اس فتویٰ کے مطابق حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو مومن ہی سمجھے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن اس قول کے الفاظ کی ظاہری مفہوم کے خلاف غلط تاویل کرنا بالکل غیر معقول ہے۔ اس شخص کی گمراہی (بقول شما) کا باعث تو حضرت امام جعفر ہی کا یہ قول ہوگا۔ امام جعفر نے اگر کوئی تشریح اپنے الفاظ کی کرنی ہوتی تو اس شخص کے سامنے ہی کرنی چاہیئے تھی۔

۱۴۔ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج تفسیر سورۃ الفتح آیت ۱۹ میں لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت فرمود بدوزخ نہ رَوَد یک کس ازاں مومناں کہ اُو زیر شجر بیعت کردند وایں را بیعت الرضوان نام نہادہ اند۔ بجہت آنکہ حق تعالےٰ در حقِ ایشاں فرمود کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ" (الفتح:۱۹)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنیوالوں میں سے سب کے سب جنتی ہیں۔ کیونکہ خُدا نے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کا ان کو خطاب دیا ہے۔

۱۵۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ میں بیعت رضوان کی شرح میں روایت ہے۔ از جابر بن عبداللہ انصاری روایت است کہ ما در آں روز ہزار و چہار صد (یعنی چودہ سو) کس بودیم۔ دراں روز من از آنحضرت صلعم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بحاضراں نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روئے زمین اند و ہمہ دراں روز بیعت کردیم و کسے از اہل بیعت نکث نہ نمود۔ مگر احد بن قیس کہ آں منافق بیعت خود را شکست ؟

گویا بیعت رضوان کرنے والے چودہ سو مسلمان تھے اور سوائے احد بن قیس کے سب کے سب جنتی ہیں۔ مگر شیعہ تو صرف پنجتن یا ساڑھے چھ تن کو جنتی مانتے ہیں۔

۱۶۔ حضرت عثمانؓ اس بیعت کے وقت موجود نہ تھے بلکہ بطور سفیر مکہ میں گئے ہوئے تھے۔ اُن کے متعلق لکھا ہے۔ فَلَمَّا اِنْطَلَقَ عُثْمَانُ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ الْمُسْلِمِیْنَ وَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم بِاِحْدَیٰ یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی بِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰی لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم مَا کَانَ یَفْعَلُ فَلَمَّا جَآءَ عُثْمَانُ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَطُفْتَ بِالْبَیْتِ فَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَیْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَمْ یَطُفْ بِہٖ (فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵) حضرت عثمانؓ چلے گئے ..... تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور آنحضرتؐ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر حضرت عثمان کی بیعت لینے کے لئے رکھا اور مسلمانوں نے کہا کہ عثمانؓ بڑا خوش قسمت ہے کہ اُس نے کعبہ کا طواف بھی کر لیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کرلی۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

نوٹ :۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ حضرت عثمانؓ تو بطور سفیر مکہ چلے گئے اور باقی مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے کفار نے روکا آنحضرت نے مسلمانوں کی یہ بات سنکر فرمایا کہ عثمانؓ تو ایسا کرنے والا نہیں ہے۔ (یعنی اس نے ایسا نہیں کیا ہوگا) پس جب عثمانؓ واپس آئے آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا۔ کیا آپ نے کعبہ کا طواف کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں طواف کر لیتا۔ اس حالت میں کہ آنحضرت نے طواف نہ کیا ہو۔ یہ حوالہ حضرت عثمانؓ کی شانِ ایمانی ثابت کرتا ہے۔

۱۷۔ اگر اصحاب ثلاثہ مومن اور خلفائے برحق نہیں تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اَسَدُ اللّٰہِ الْغَالِبِ عَلٰی کُلِّ غَالِبٍ کے مصداق ہیں ان کی بیعت کیوں کی ؟ شیعوں کی معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب دوم صفحہ ۲۴۹ پر لکھا ہے :۔ "ثُمَّ مَدَّ یَدَہٗ فَبَایَعَ"

یعنی حضرت علیؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اگر کہو کہ انہوں نے "تقیہ" کر کے بباعث خوف بیعت کی تو اول تو یہ حضرت علیؓ جیسے "اَشْجَعُ النَّاسِ" "فاتح خیبرؓ" اور "شیر خدا" کی شان کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک "فاسق۔ غاصب اور خائن" کی مجبوراً بیعت کر لینا ایک مستحسن فعل تھا تو پھر حضرت امام حسینؓ نے اپنے جلیل القدر والد کی اس اچھی سنت پر عمل کر کے کیوں یزید کی بیعت نہ کی۔ اپنی اور خاندانِ نبوت کے بیسیوں معصوموں کی جانیں

کیوں قربان کروا ڈالیں؟ حالانکہ جہاں تک شجاعت اور مردانگی کا سوال ہے اس کے لحاظ سے اگر اس قسم کی کمزوری دکھانا ممکن ہو سکتا تھا تو امام حسینؓ کے لئے ممکن ہو سکتا نہ کہ حضرت علیؓ کے لئے۔ پس ثابت ہے کہ چونکہ حضرت امام حسینؓ کے نزدیک یزید خلیفہ برحق نہ تھا اس لئے انہوں نے جان دے دی لیکن ایسے شخص کی بیعت نہ کی لیکن چونکہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ خلفائے برحق تھے اس لئے انہوں نے انکی بیعت کر لی۔

دلائل و مطاعنِ شیعہ کا جواب

شیعہ۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (مائدۃ: ۵۶) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے حضرت علیؓ مراد ہیں۔ لہٰذا وہ خلیفہ بلافصل ہوئے؟

الجواب ۱۔ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ اگر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد حضرت علیؓ ہوں۔ تو شیعوں کے باقی ائمہ کی امامت باطل ہوتی۔ کیونکہ پھر سوائے اللہ رسول اور علیؓ کے کسی اور کی امامت ممتنع ہو جائیگی۔

۲۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جمع کا صیغہ ہے۔ اس سے علیؓ (واحد) مراد نہیں لیا جاسکتا۔ (۳) اس کے آگے ہے يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ حضرت علیؓ کا زکوٰۃ دینا ثابت نہیں۔ (۴) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد اگر حضرت علیؓ ہوں تو اس کے آگے اُن کے ساتھ دوستی کرنے والے گروہ کو غالب قرار دیا گیا ہے۔ مگر بقولِ شما علیؓ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

۵۔ اہلِ سنت کی تفاسیر میں جہاں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مُراد حضرت علیؓ کو لکھا گیا ہے وہاں علمائے اہلِ سنت نے شیعوں کا قول نقل کر کے اس کے آگے اس کی تردید کی ہے۔ پس وہ تمہارے لئے دلیل نہیں ہو سکتی (دیکھو الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعۃ مصنفہ امام شوکانی ص۱۰۲) "فَاِنَّ ذَالِكَ مَوْضُوْعٌ بِلَا خَوْفٍ" کہ یہ روایات بلاشبہ وضعی ہیں۔

۶۔ لفظ "ولی" دوست۔ ناصر اور حاکم کے معنوں میں مشترک ہے اس کے معنے صرف حاکم لینا مُحبّت نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے لئے دلیل نہ دی جائے۔ (۷) اس آیت میں "ولی" کے معنے محب و ناصر کے ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کی دوستی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے بعد اس آیت میں اللہ رسول اور مومنوں کو دوست بنانے کی تلقین کی گئی ہے (۸) یہ آیت اصحاب ثلاثہ پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ اس آیت سے پہلی آیت میں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ (مائدۃ: ۵۵) ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی مُرتد ہو جائے تو خدا ایک اور قوم کو لائے گا وغیرہ۔ آنحضرتؐ کی وفات پر "ظہور عرب" جو ہوا یعنی تمام عرب والے مُرتد ہو گئے ان کو حضرت ابوبکرؓ اور انکے اصحاب کے سوا اور کون مسلمان بنانے والا ہوا۔

۹۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے دوستی رکھنے والوں کو خُدا نے غالب گروہ قرار دیا ہے اور وہ اصحاب ثلاثہ اور اُن کے اصحاب ہیں۔

شیعہ :- "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" (الترمذی کتاب المناقب۔ مناقب علیؓ۔۱۹)

جواب ا:۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے:۔ جو مجھ سے محبت کرے وہ علیؓ سے بھی محبت کرے "یا جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ علیؓ بھی اس سے محبت کرتا ہے"۔

"مولا" ظرف ہے جس کے معنی محلِ محبت کے ہیں۔

۲۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی کے سامنے اعلان کیا تو اس کے دو تین ماہ ہی بعد آنحضرت صلعم کی وفات کے دن وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی کہاں گئے تھے؟ ان میں سے ایک بھی تو خلافت کے لئے حضرت علیؓ کا نام نہیں لیتا۔ (۳) حضرت علیؓ بھی اپنی خلافت کے لئے اس حدیث کو پیش نہیں کرتے۔ (۴) یہاں تک کہ جب حضرت عثمانؓ کی وفات پر حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت معاویہ نے انکار کیا۔ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت منوانے کے لئے متعدد دلائل دیئے مگر خم غدیر کے واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ بعد کی اختراع ہے۔

(شیعہ) "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔"

جواب:۔ (۱) یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھو (ترمذی جلد ۲ کتاب المناقب باب مناقب علی)

۲۔ اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:۔

"ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ مِنْ عِدَّةِ طُرُقٍ وَجَزَمَ بِبُطْلَانِ الْكُلِّ"

(اللمعات برحاشیہ مشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع دہلی ص ۵۶۴) اس حدیث کو ابن جوزی نے متعدد طرق سے روایت کرکے موضوع قرار دیا ہے۔ نیز اس کے سب طریقوں کو باطل قرار دیا ہے۔

(نیز دیکھو فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مصنفہ امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص ۱۱۸)

۳۔ اس کا ترجمہ ہے "میں علم کا شہر ہوں اور اس کا دروازہ بہت بلند ہے؟ کہاں ہے ذکر علیؓ؟ (۴) ایک دروازہ والا بھی شہر ہوا ہے؟ ہاں جیل خانے اور کوٹھڑی کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ شہر کے کم از کم چار دروازے ہونے چاہئیں۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلعم علم کا شہر ہیں اور ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اس شہر کے چار دروازے ہیں حضرت علیؓ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ یاد رہے کہ مندرجہ بالا حدیث میں ایک دروازے کا حصر نہیں۔

۵۔ خود حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ "اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ" (نہج البلاغہ مشہدی ص ۱۱۲) کہ اے عثمان! تو اتنا ہی عالم ہے جتنا میں۔ پس حضرت عثمانؓ کی حضرت علیؓ سے مساوات علمی ثابت ہے۔ اگر وہ علم کا دروازہ ہیں تو حضرت عثمانؓ بھی بوجہ مساوات علمی رکھنے کے علم کا دروازہ ہوئے۔

شیعہ:۔ حضرت علیؓ کے لئے رجعتِ شمس کا معجزہ ظاہر ہوا اور یہ انکی فضیلت کی دلیل ہے۔

جواب:۔ رجعتِ شمس والی روایت سراسر جعلی اور موضوع ہے۔

(ملاحظہ ہو موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۸۹) نیز الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ مصنفہ امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص ۱۱۸ و ص ۱۱۹)

شیعہ:- "حدیث طیر" سے حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ خُدایا! اس آدمی کو بھیج دے جو تمام انسانوں میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ہمراہ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ تو حضرت علیؓ تشریف لے آئے۔

جواب:- یہ روایت بھی سراسر جعلی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

لَهُ طُرُقٌ كَثِيْرَةٌ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ وَقَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيُّ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ (الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ صفحہ ۱۲۹) کہ یہ روایت جتنے طریقوں سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں اور ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ روایت وضعی یعنی جعلی ہے۔

حضرت عثمانؓ کا جنازہ

اعتراض شیعہ:- حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ نہیں پڑھا۔

جواب:- غلط ہے حضرت عثمانؓ کے جنازے پر حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

۱- وَقِيْلَ شَهِدَ جَنَازَتَهُ عَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَزَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ وَكَعْبُ ابْنُ مَالِكٍ (کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶) کہ حضرت عثمانؓ کے جنازہ پر حضرت علیؓ، طلحہؓ، زید بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے۔

۲- اسی طرح شیعوں کی ناسخ التواریخ میں ہے:-

"حسن بن علی یا عبداللہ بن زبیر و ابوجہم بن حذیفہ و چند تن جسد اُو را بر تختہ پارہ نہادند ..... و حش نام بستان است در آنجا خاک سپردند" (ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد ۲ صفحہ ۴۳۵)

گویا حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ بوساطت امام حسنؓ کرایا۔ یاد رہے کہ جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے) نیز جو امر حضرت علیؓ کو (بقول شما) جنازہ پڑھنے سے مانع تھا وہ حضرت حسنؓ کو کیوں مانع نہ ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا جنگ سے بھاگنا

اعتراض شیعہ:- حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ جنگ سے بھاگے۔

جواب:- غلط ہے۔ طبری میں ہے:-

وَنَهَضَ نَحْوَ الشِّعْبِ مَعَهُ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَبُوْبَكْرِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ وَعُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ۔ (طبری مطبوعہ یورپ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۶) اور گھاٹی کے پاس آنحضرت صلعم کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کھڑے (دشمن کے ساتھ) مقابلہ کرتے رہے۔

۲- عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْصَرَفَ كُلُّهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَاءَ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن جب

آنحضرت صلعم کے پاس سے سب لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے تو سب سے پہلے میں آپ کے پاس پہنچا۔

۳۔ وَمِمَّنْ ثَبَتَ مَعَهٗ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۶۶۰ مطبوعہ لندن) کہ جنگ حنین میں حضرت ابوبکر و عمر آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

۴۔ وثَبَتَ (اَبُوْبَكْرٍ) يَوْمَ اُحُدٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ (تاریخ الخلفاء ص۲۴) کہ حضرت ابوبکرؓ جنگِ اُحد اور حُنین میں ثابت قدم رہے۔

۵۔ اسی طرح جنگ خیبر کے متعلق لکھا ہے:۔

وَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اَخَذَ رَايَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ نَهَضَ فَقَاتَلَ قِتَالًا شَدِيْدًا ثُمَّ رَجَعَ فَاَخَذَهَا عُمَرُ فَقَاتَلَ قِتَالًا شَدِيْدًا هُوَ اَشَدُّ مِنَ الْقِتَالِ الْاَوَّلِ (طبری جلد ۳ ص۱۵۸۸ مطبوعہ لندن) کہ (جب آنحضرتؐ بیمار ہوگئے تو) حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے یکے بعد دیگرے آنحضرت کا جھنڈا لیکر ایک دوسرے سے بڑھ کر کفار سے جنگ کی۔

۶۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء میں حضرت ابوبکرؓ کے متعلق حضرت علیؓ کی شہادت موجود ہے۔

فَوَاللّٰهِ مَا دَنٰى مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْ بَكْرٍ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ عَلٰى رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَهُوَ اَشْجَعُ النَّاسِ (تاریخ الخلفاء ص۲۵) کہ خدا کی قسم! حضرت ابوبکرؓ کے سوا اور کوئی ہم میں سے آنحضرتؐ کے قریب نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ تلوار سونت کر آنحضرتؐ کے سر پر پہرہ دے رہے تھے۔ پس آپ سب سے زیادہ شجاع تھے۔

پس کتب اہلِ سنّت سے اصحابِ ثلاثہ کا جنگوں کے موقع پر ثابت قدم رہنا ثابت ہے۔ اس لئے اہلِ سنت کے بالمقابل یہ طعن کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ باقی رہیں اہلِ شیعہ کی روایات۔ سو وہ حجت نہیں۔

حضرت عمرؓ کا اپنے مُردہ بیٹے کو کوڑے لگوانا

اعتراض شیعہ:۔ حضرت عمرؓ نعوذ باللہ اسقدر سخت دل تھے کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے ابوشحمہ نامی کو شراب پینے کے جُرم میں کوڑے لگوائے، اور جب وہ کوڑوں کی مقررہ تعداد کے پورا ہونے سے پہلے مرگیا تو آپ نے اس کی لاش پر کوڑے لگوانے کا حکم دیا۔

جواب:۔ یہ روایت سراسر جعلی اور موضوع ہے:۔

اِنَّ عُمَرَ اَقَامَ الْحَدَّ عَلٰى وَلَدِهٖ يُكْنٰى اَبَا شُحْمَةَ بَعْدَ مَوْتِهٖ فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ مَوْضُوْعَةٌ۔ (الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ۔ مصنفہ امام شوکانی مطبع محمدی ص۶۹) کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں وہ طویل قصّہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کو جس کی کنیت ابوشحمہ تھی اس کے مرجانے کے بعد بھی کوڑے لگوائے وضعی ہے۔

ط

باغِ فدک

اعتراض ۱:۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو آنحضرتؐ کے ترکہ سے کچھ نہ دیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کے لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ والی حدیث کے پیش کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے قرآن کی آیت پیش کی کہ "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۔ (النساء ۱۲)

جواب ۱:۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ضد سے ایسا نہیں کیا کیونکہ انہوں نے آنحضرتؐ سے حدیث سُنی ہوئی تھی اور قرآن کریم کو آنحضرتؐ ہی زیادہ سمجھتے تھے۔

جواب ۲:۔ اگر حضرت فاطمہؓ سے ضد تھی تو دیگر ازواج مطہرات اور خصوصاً اپنی لڑکی حضرت عائشہؓ کو وراثت دیتے، لیکن انہوں نے اس لیے نہ مانگی کہ انکو مندرجہ بالا حدیث مانع تھی۔ اگر یہ کہیں کہ انکو اس لیے نہ دی کہ حضرت فاطمہؓ دعویٰ نہ کر بیٹھیں۔ تو وہ تو بہت جلد فوت ہوگئیں، بعد ان کے دے دیتے، مگر ایسا نہ کیا۔

جواب ۳:۔ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ (بخاری کتاب الخمس۔ کتاب فضائل اصحاب النبیؐ۔ کتاب الفرائض۔ کتاب المغازی۔ مسند احمد بن حنبلؒ ۔ ۲ ۔ ۴۶۲) والی حدیث شیعوں کے نزدیک بھی درست ہے چنانچہ اسی مفہوم کی حدیث شیعوں کی کتاب (الاصول الکافی کتاب فرض العلم باب صفۃ العلم وفضلہ و فضل العلماء ص۱۷ مطبوعہ نولکشور) میں محمد بن یعقوب راوی نے ابی البختری سے وہ ابوعبداللہ جعفر بن صادق سے روایت کرتے ہیں :۔

"اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَ ذٰلِکَ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوْرِثُوْا فِیْ نُسْخَۃٍ لَمْ یَرِثُوْا دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَاِنَّمَآ اُوْرِثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْھَا فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ" کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ انبیاء نے وراثت نہیں چھوڑی۔ اور ایک نسخہ میں ہے: نہ وارث ہوتے کسی درہم یا دینار کے بلکہ وارث کئے گئے ان کے کلام میں سے کلام کے۔ اور اگر اس میں سے کسی نے کچھ لیا تو اس نے بہت بڑا حصہ لیا (نیز دیکھیں "منار الہدیٰ" از شیخ علی البحرانی ص۲۳۳ باب منع فاطمۃ المیراث)

جواب ۴:۔ اگر حضرت ابوبکرؓ نے مذکورۃ الصدر حدیث آنحضرتؐ کے منہ سے نہیں سُنی تھی تو انکو حضرت فاطمہؓ کو ورثہ سے محروم کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ کیا حضرت ابوبکرؓ نے وہ زمین خود لے لی یا اپنے خاندان کو دیدی۔ اگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کا مقصد سوائے شریعت کے حکم کو پورا کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔

جواب ۵:۔ اگر حضرت فاطمہؓ کو انہوں نے اس حدیث کی وجہ سے محروم کیا تو اس وجہ سے اپنی اور اپنے دوست حضرت عمرؓ کی بیٹی کو بھی محروم کیا۔

جواب ۶:۔ جب حضرت علیؓ خود خلیفہ ہوئے تو کیوں انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی اولاد (حضرت امام حسنؓ و

حسینؓ) کو آنحضرتؐ کا ورثہ نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک بھی آنحضرتؐ کا ورثہ قابلِ تقسیم نہ تھا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اس واسطے غاصب ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو فدک کا حصّہ نہ دیا تو بعینہٖ حضرت علیؓ بھی ایسے ہی غاصب ہیں۔

اعتراض ۷ :- آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؓ کے واسطے فدک کی وصیت کی مگر حضرت ابوبکرؓ نے بخلاف وصیت حضرت فاطمہؓ کو فدک پر تصرف نہ دیا۔ حضرت فاطمہؓ سخت ناراض ہوئیں حالانکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ (البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا جزء مصری ۳۴ ص) یعنی جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

جواب ا۔ شیعہ لوگ اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صرف حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت اور ہبہ نامہ کو جاری نہ فرمایا۔ بلکہ حضرت علیؓ نے بھی جاری نہ فرمایا تھا۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو اس واسطے اس کا اجراء نہ فرمایا کہ انکو یہ حدیث معلوم تھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو ہم چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا لیکن پھر حضرت علیؓ نے اپنی چند روزہ خلافت میں کیوں اس کو جاری نہ کیا ؟ پس معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کو بھی یہ روایت پہنچ چکی تھی اور وہ اس کو درست تسلیم کرتے تھے اسی واسطے آپ نے بھی اس کو ویسے ہی رکھا جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں چلی آتی تھی۔

باقی ناراضگی کے متعلق یہ ہے کہ یہ الفاظ آپ نے اس وقت فرمائے تھے جب حضرت علیؓ نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ آپ نے اس وقت کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا۔

اَلَا اِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِنِّیْ یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا وَ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ (بخاری کتاب النکاح باب ذَبِّ الرجل اِبْنَتَهٗ فی الغیرۃ والانصاف جزء مصری ص۴۲ و مسلم کتاب فضائلِ صحابہ باب فضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ابوداؤد کتاب النکاح باب الغیرۃ۔ ترمذی المناقب باب فضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا) یعنی فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے اگر اسے تکلیف ہوئی تو مجھے بھی ہوئی۔ پس جس نے اس کو ناراض کیا اس نے گویا مجھے بھی ناراض کیا

حدیث میں آپ نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا کہ جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اس نے گویا مجھے ناراض کیا اور صاف ظاہر ہے کہ اس وقت سے پہلے صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کو تکلیف پہنچی تھی کہ جس کے باعث آنحضرتؐ کو بھی تکلیف پہنچی اور آپ نے اس تکلیف کی شدت میں ایک خطبہ پڑھا جس میں پہلے مورد حضرت علیؓ ہی ہیں، حضرت ابوبکرؓ سے اگر وہ ایک بات پر جو واقعہ میں حق تھی ناراض ہوگئیں تو آپ اس حدیث کے نیچے نہیں آسکتے کیونکہ یہ بعد کا واقعہ ہے اور آپؐ نے یہ قانون نہیں باندھا بلکہ ایک خاص واقعہ پر فرمایا تھا

کہ فاطمہؓ کو جس نے تکلیف دی ہے اس نے مجھے بھی تکلیف دی ہے۔

جواب ۲۔ کتاب نہج البلاغۃ میں شیخ ابن منظر نے ایک بات کہی جس سے تمام جھگڑے دُور ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

"اِنَّہٗ لَمَّا وَعَظَتْ فَاطِمَۃُ اَبَا بَکْرٍ فِیْ فِدَکٍ کَتَبَ لَھَا کِتَابًا وَرَدَّ عَلَیْھَا۔" یعنی جب فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے معاملہ میں بہت نصیحت وغیرہ کی تو انہوں نے اسکو نوشتہ لکھدیا یعنی فدک اس کو دیدیا۔ اگر یہ روایت درست ہے، تو پھر حضرت ابوبکرؓ پر طعن کا کوئی موقع ہی نہ رہا۔

فَاَقْسَمَ عَلَیْھَا لِتَرْضٰی فَرَضِیَتْ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ مصر) کہ حضرت فاطمہؓ کو راضی ہونے کے لئے قسم دی گئی، پس وہ راضی ہوگئیں۔

"فَمَشٰی اِلَیْھَا اَبُوْ بَکْرٍ بَعْدَ ذٰلِکَ وَشَفَعَ لِعُمَرَ وَطَلَبَ اِلَیْھَا فَرَضِیَتْ عَنْہُ۔" (شرح نہج البلاغۃ جلد ا جزو ۲ صفحہ ۶)

کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؓ کے ہاں گئے اور حضرت عمرؓ کی سفارش کی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضرت عمر سے بھی راضی ہوگئیں۔

پھر آیت "مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (الحشر: ۸)

ترجمہ:۔ جو پہنچایا اللہ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں میں سے پس اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لئے ہے کہ نہ ہووے ہاتھوں ہاتھ لینا درمیان دولتمندوں کے تم میں سے اور جو کچھ دے تمکو رسول اسے لو اور جو منع کرے تم کو باز رہو۔ اور ڈرو اللہ سے یقیناً اللہ سخت عذاب کرنیوالا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فدک کے مال میں کتنے حصہ دار تھے۔ یہ باغِ فدک مال فَئے میں سے تھا اور مال فئے میں "رسول" کا حصہ تو ہے۔ مگر "محمدؐ" کا نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق باغ فدک سے حضورؐ کی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کے باعث تھا۔ پھر اس میں وراثت کا کیا سوال؟

تردیدِ دلائلِ تقیہ

تقیہ کی تعریف از کتبِ شیعہ

"جو مومن باطمینانِ قلب موافق شرع کے رہ کر بخوفِ دشمنِ دین فقط ظاہر میں موافقت کرے دشمنِ دین کی، تو دیندار، ممدوح و متقی ہے۔" (قولِ فیصل مصنفہ مرزا رضا علی ص۳)

قولہٗ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقیہ کیا جبکہ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ اور بسم اللہ کا لفظ کاٹ دیا۔

{ بخاری کتاب الصلح باب کیف یکتب ھٰذا ما صالح فلان بن فلان
مسلم " " " " " " " " " " }

اَقُول:- یہ تقیہ نہیں بلکہ درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ بوجہ معاہدہ فریقین دونوں فریقوں کا لحاظ ہونا تھا اس واسطے آپؐ نے کفار کا لحاظ رکھتے ہوئے بسم اللہ کی بجائے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ (احمد بن حنبل مصری جلد ۱ صفحہ ۸۶) لکھوایا۔ اور آپ نے یہ انکار نہیں کیا کہ میں رسول اللہ نہیں ہوں، بلکہ اقرار کیا ہے اور فرمایا تھا کہ " اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ - (بخاری کتاب الصلح)

قَولُہٗ:- اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ الخ (النحل: ۱۰۷) کہ کافر کے غلبہ کے وقت تقیہ جائز ہے۔

اقول: جواب نمبر ۱: کفر دو قسم کا ہے۔ (۱) عقائد (۲) اعمال۔ عقائد۔ انسان کے دل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان میں اکراہ ممکن نہیں کیونکہ کسی کے عقائد کو کوئی دوسرا شخص جبراً نہیں بدل سکتا کیونکہ جبر اور اکراہ کے معنی تو یہ ہیں کہ " قوت فیصلہ" کو معطل کر دیا جائے۔ عقائد میں اکراہ اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے بدلنے یا نہ بدلنے میں بہر حال قوتِ فیصلہ کا دخل ہوتا ہے۔ مثلاً زید اللہ تعالےٰ کی ہستی کا قائل ہے۔ بکر اُسکو کہتا ہے کہ اگر تم خدا کا انکار نہ کروگے تو مَیں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اب زید کو دو چیزوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ یا تو خدا کی ہستی پر ایمان کو مقدم کرے یا اپنی زندگی کو۔ اگر وہ اپنی زندگی کو مقدم کرکے خدا کی ہستی کا انکار کر دیتا ہے تو وہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ میں نہیں آتا کیونکہ یہ انکار اس کی " قوتِ فیصلہ" کے استعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوا ہے۔

کفر کی دوسری قسم اعمال کے متعلق ہے اور اس میں " جبر اور اکراہ" کئی صورتوں میں ممکن ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص سے جبراً بعض ایسے اعمال سرزد کرائے جائیں جن میں اسکی قوتِ فیصلہ کا ایک ذرہ بھی دخل نہ ہو۔ مثلاً اگر زید و بکر اور عمر پکڑ کر خالد کو جبراً شراب پلانا چاہیں یا اور کسی ناجائز فعل کا ارتکاب کرانا چاہیں تو گو خالد اس سے بچنے کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو پھر بھی ممکن ہے کہ اسے لِٹا کر جبراً شراب اس کے مُنہ میں ڈالدی جائے۔ اب اس طریق پر

شراب پینے میں خالد کے ارادہ اور اسکی قوتِ فیصلہ کا ذرہ بھی دخل نہیں یوں تو شراب پینا یا زنا کرنا ایمان کے خلاف ہیں مگر مندرجہ بالا طریق پر انکا ارتکاب کرایا جانا یقیناً اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ کے تحت آتا ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے کامل طور پر مصمم اور غیر متزلزل ارادہ کے اس سے بچ نہ سکا، لیکن کسی شخص کی زبان کو کوئی دوسرا شخص زبردستی پکڑ کر چلا نہیں سکتا کہ وہ اپنے عقائد کے خلاف کہے مگر اعمال کا صدور جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے بعض اوقات جبراً کرایا جا سکتا ہے پس آیت مندرجہ بالا میں لفظ ایمان کفر کے بالمقابل ہے، اور کفر کے معنی زبانی انکار ہی کے نہیں بلکہ اعمال کے رنگ میں بھی نافرمانی کے ہیں۔ جیسا کہ لغت میں ہے:۔

" اَکْفَرَ لَزِمَ الْکُفْرَ وَالْعِصْیَانَ بَعْدَ الطَّاعَةِ وَالْاِیْمَانِ" (المنجد ص۸۹۱ زیر لفظ کفر) اس نے کفر کیا۔ یعنی کفر اور عصیان سے وابستہ ہوا فرمانبرداری اور ایمان کے بعد۔ گویا لفظِ کفر میں ہر قسم کا عصیان داخل ہے۔

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ "عقائد" کے متعلق "اکراہ" کیا ہی نہیں جا سکتا جو عقائد کے تبدیل کرانے کے لئے کسی شخص پر کیا جائے کیونکہ ایسی حالت میں دو مشکل راہوں میں سے ایک کو دوسری پر مقدم کرنے کا فیصلہ خود اس شخص کے ہاتھ میں ہوتا ہے جس پر جبر کیا جائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ "ایمان" کے مقابلہ میں "جان" کی کوئی قیمت نہیں۔ پس جو شخص "جان" کے خوف سے "ایمان" کو چھوڑنے کا فیصلہ کرتا ہے یعنی بجائے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے دنیا کو دین پر مقدم کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے یہ فیصلہ "اکراہ" کے ماتحت کیا ہے کیونکہ اکراہ تو اس صورت میں ہوتا جب وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ جو کچھ ہوا میرے "فیصلہ" سے نہیں ہوا۔ ہاں بعض "اعمال" ایسے رنگ میں دوسرے شخص سے جبراً سرزد کرائے جا سکتے ہیں جن میں اس کے اپنے فیصلہ کا دخل نہ ہو۔ جیسا کہ اوپر مثال دی گئی ہے۔ پس شیعوں کا تقیہ اس آیت سے ہرگز نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ اعمال کے متعلق اس رنگ میں استثناء نہیں مانتے جس رنگ میں اوپر بیان ہوا بلکہ وہ عقائد کو کسی کے خوف سے چھپانے اور اس کے خلاف کہنے کا نام "تقیہ" کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:۔ اگر عقائد کو اس طریق پر چھپانے کی اجازت مل جائے تو کسی نبی کی جماعت بھی ترقی نہ کر سکتی۔ اگر اس رنگ میں تقیہ جائز ہوتا تو حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت بلال وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابہ کرام جن کو محض اسلام لانے کی وجہ سے سخت تکالیف اور مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا ضرور اس سے فائدہ اُٹھاتے اور اگر وہ ایسا کرتے تو پھر مسلمان کون ہوتا؟ پس ان بزرگوں کا انتہائی مصیبتیں اُٹھا کر بھی انکار نہ کرنا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ انکے نزدیک "عقائد" کے متعلق "اکراہ" ممکن نہ تھا اور یہ کہ ڈر کر عقائد کو تبدیل کرنا اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ کی استثناء میں نہیں آتا۔

جواب نمبر ۳:۔ تقیہ کے متعلق ایک نہایت ضروری سوال ہے اور وہ یہ کہ

"تقیہ کرنا اچھا ہے یا بُرا"

اگر کہو بُرا تو (۱) یہ عقائد شیعہ کے خلاف (۲) حضرت علیؓ نے کیوں کیا (بقول شما) اگر کہو اچھا تو حضرت امام حسینؓ نے یزید کے بالمقابل کیوں نہ کیا ؟

جواب نمبر ۴ :- اللہ تعالیٰ نے جو "اکراہ" اور جبر کے نتیجہ میں استثناء بیان فرمائی ہے جس کی تفصیل جواب نمبرا میں بیان ہو چکی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی مستحسن قرار نہیں دیا ، بلکہ اسے بھی ایک قسم کا گناہ ہی قرار دیا ہے جیسا کہ اس کے آگے ہی فرمایا ہے ۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل : ۱۱۱) کہ پھر اس اکراہ کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ جو بعض اعمال اور افعال کے متعلق "جبر" اور "اکراہ" کے بارے میں استثناء ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخشش کے ماتحت رکھا ہے پس صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ اکراہ اور جبر کی حالت اعلیٰ درجہ کے مومنوں کے متعلق نہیں ۔ بلکہ عوام کے کمزور ایمان والوں کے متعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ۔ اور خواص مقربین کی ملائکہ کے ذریعہ حفاظت کرتا ہے اس لیے کفار کو ان پر اس رنگ میں تصرف حاصل ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ جبراً از راہ "اکراہ" اعمال خلاف شریعت کا ارتکاب کرا سکیں ۔

پس حضرت علیؓ جیسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنے مخالفین سے ڈر کر بیعت کر لی اور اپنے عقائد کے خلاف عقائد ظاہر کئے اور نعوذ باللہ جھوٹے ، خائن اور غاصب خلفاء پر ایمان لے آئے ، انتہائی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہتک ہے ۔

جواب نمبر ۵ :- اگر فی الواقعہ حضرت علیؓ نے تقیہ کیا تھا (بقول شما) تو بعد میں انکو بطور احتجاج ہجرت کر کے خلفاء ثلاثہ کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے تھا کہ جنہوں نے آپکو اپنی بیعت پر مجبور کیا تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا ۔ ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ نے کبھی تقیہ نہیں کیا ۔ اور نہ ہی وہ اس کے قائل تھے ۔ (خادم)

قولہٗ :- وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ (المومن : ۲۹) کہ آل فرعون میں سے ایک شخص حزقیل نامی نے تقیہ کیا ۔ فرعون سے تو وہ ممدوح خداوند ہو گیا ۔ حالانکہ یہ تقیہ توحید خدا میں تھا ۔ اور شیعہ کا تقیہ ولایت اور خلافتِ علیؓ میں تھا ۔ تو اس سے بڑھ کر ممدوح خدا ہیں ۔

اقول :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے قتل کی دھمکی دی ، حزقیل بول اٹھا ۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا (المومن : ۲۹) تو اس وقت کیا حضرت موسیٰؑ نے تقیہ کیا ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ اس وقت بھی حضرت موسیٰؑ کو قتل کا خطرہ تھا اور اس وقت بھی انہوں نے تقیہ نہ کیا اور اگر تقیہ کوئی اچھی بات ہوتی تو حضرت موسیٰؑ بھی اسکو اختیار کرتے ۔ اب رہا حزقیل تو اس نے زیادہ سے زیادہ کتم ایمان کیا نہ کہ تقیہ ۔

کتم ایمان اور تقیہ دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔ دوسرے یہ کہ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ (المومن ۲۹) کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ آدمی اُس دن سے پہلے ایمان کو چھپاتا تھا اور اُس دن اگر اس نے

m0160 (1422x2448x256 jpeg)

اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ تو اس نے اظہار ایمان کیا نہ کہ تقیہ اور یہ بھی اس کے معنی ہو سکتے ہیں کہ ایمان کی چنگاری ابھی تک مخفی تھی لیکن اسی وقت دربار میں حضرت موسیٰؑ کی تقریر و معجزات کے اثر کے ماتحت اس کے سینے میں ایمان کی چنگاری سلگ اُٹھی اور جس وقت فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو قتل کی دھمکی دی وہ فوراً بول اُٹھا کہ یہ ظلم ہے گویا اس نے اظہار ایمان کر دیا۔

قولہ:۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت ابراہیمؑ نے اصنام باطلہ کو الٰہ برحق تعبیر کیا اور فرمایا۔ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ (الصّٰفّٰت: ۹۲) اور ایسا کرنے میں الٰہ حق میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسی طرح اگر امام حق نے مصلحتاً و شریعتاً خلیفۂ باطل کو خلیفہ یا امام کہا۔ تو نہ قائل کو کوئی ضرر ہے اور نہ خلیفہ باطل کو کوئی شرف حاصل ہوا۔ (قول فیصل مصنفہ مرزا رضا علی ص۱۲)

اقول:۔ اٰلِهَتِهِمْ میں هِمْ سے مراد وہ کافر ہیں جو اُن کو معبود سمجھتے تھے۔ تو یہ قیاس مع الفارق ہے کہ اٰلِهَتِهِمْ میں تو مشرک انکو معبود مانتے تھے۔ اب اگر حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کو امیرالمؤمنین کہتے تھے تو آپ حضرت ابوبکرؓ کو حق مانتے تھے تو اس میں کوئی تقیہ نہیں۔ اگر کہو کہ آپ ان معنوں میں انہیں امیرالمؤمنین کہتے تھے کہ آپ ان لوگوں کے خلیفہ تھے جو ان کی خلافت پر ایمان رکھتے تھے، تو اس صورت میں بھی آپ تقیہ نہ کرتے تھے، کیونکہ اُن کو خلیفہ برحق نہیں مانتے تھے۔ اور خلیفہ برحق نہ ماننے کی صورت میں تقیہ نہ رہا۔

۱۔ اگر حضرت علیؓ کا خلافتِ حضرت ابوبکرؓ سے لے کر حضرت عثمانؓ تک جو کہ ۲۵ سال کا عرصہ ہے کا فر خلفاء کی بیعت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اور ان کو سچا خلیفہ ماننا بسبب تقیہ کے ہو سکتا ہے تو اگر کوئی خارجی یہ کہے کہ حضرت علیؓ کا ۲۳ برس تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا بھی تقیہ کے سبب سے ہے تو جو جواب اس کا شیعہ دیں گے وہی جواب ہمارا بھی ہوگا۔ پس تقیہ ماننے کی صورت میں دلیل اسلام حضرت علیؓ کی اُڑ جاتی ہے۔

۲۔ یہ طبعی قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں کسی کا بغض ہو لیکن ظاہر میں اس سے محبت کرے اور تعظیم سے پیش آتے تو آہستہ آہستہ وہ بغض دور ہو جاتے گا۔ یہی حال ایمان کا ہے اگر اس کے مطابق نیک عمل نہ کیا جاتے تو وہ آہستہ آہستہ دل سے مفقود ہو جاتا ہے۔ پس تقیہ اس لئے ناجائز ہوا کہ اس پر عمل کرنے کی صورت میں ایمان کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ عقلاً کفر اور ایمان کے بارے میں چار گروہ ہو سکتے ہیں:۔

الف۔ دل میں اور ظاہر میں دونوں میں ایمان ہو۔

ب۔ دل میں کفر اور ظاہر میں بھی کفر۔

ج۔ دل میں کفر اور ظاہر میں ایمان۔

د۔ دل میں ایمان مگر ظاہر میں کفر۔

قرآن شریف نے پہلے تینوں گروہوں کا ذکر کیا ہے مگر چوتھا گروہ کہ دل میں ایمان اور ظاہر میں کفر ہو کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ گروہ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے جو دل میں چھپ کے سوائے اس کے کہ وقتی طور پر ہو اور وہ بھی کمزور ایمان والا کرے گا اور وہ مجرم ہوگا۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل: ۱۱۱)

۴۔ منافق اور کافر میں بلحاظ کفر کے کوئی فرق نہیں۔ مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء: ۱۴۶) کہ منافقوں کو سب سے زیادہ سزا ملے گی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان لوگوں نے دِلی عقیدہ کو چھپایا۔ پس جب کفر کے چھپانے پر سزا بڑھ جاتی ہے تو ایمان کے چھپانے پر بدرجہ اولیٰ بڑھ جانی چاہیئے۔

۵۔ حضرت علیؓ نے مکہ کی زندگی میں دل میں اسلام رکھا اور ظاہر میں بھی اسلام رکھا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو ظاہر میں بُت پرستی کرتے کیونکہ وہاں زیادہ خطرہ تھا۔

۶۔ حضرت علیؓ کو جب مکہ میں کافروں کی طرف سے تکلیف پہنچی تو انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے وہاں سے ہجرت کر لی۔ اگر مدینہ میں بھی کسی وقت ان کو اپنے ایمان کے بچانے کی ضرورت پڑتی، تو وہ ضرور وہاں سے ہجرت کرتے۔ مگر انہوں نے وفات حضرت عثمانؓ تک وہاں سے ہجرت نہ کی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ انکو وہاں ایمان بچانے کی ضرورت نہ پڑی۔ اگر کہو کہ انہوں نے کوفہ میں ہجرت کی تھی، تو وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں کی تھی جب کہ ڈر نہیں رہا تھا۔

۷۔ جبر کی صورت میں ایمان چھپانا جائز ہے یا فرض؟ اگر کہو جائز ہے تو پھر وہ افضل ہے یا اس کا غیر افضل ہے؟ اور اگر فرض ہے تو اس کی عدم تعمیل یقیناً گناہ کا موجب ہوگی اور پھر اگر فرض ہے تو پھر حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی؟

پس معلوم ہوا کہ تقیہ فرض نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو وہ اَولیٰ ہے یا اس کا غیر اَولیٰ ہے۔ قرآن مجید تو اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل: ۱۱۱) کہہ کر جبر کی وجہ سے تقیہ کرنے والوں کو گنہ گار قرار دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ کا غیر اَولیٰ ہے اور امام کو یہی سزاوار ہے۔ کہ وہ اَولیٰ پر عامل ہو۔

۸۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کو اگر تقیہ کی مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے تو ان کے ماں باپ کو شیعہ کیا سمجھتے ہیں۔ یقیناً انکو نیک اور شہید جانتے ہیں۔ پس ایک بات جو کسی کی غلطی ہو اس کو ائمہ کے حق میں تجویز کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ائمہ کے حق میں اَولیٰ بات تجویز کرے۔

۹۔ جس طرح اسلام میں کمزوروں کی رعایت کے لئے ڈر کے مارے ایمان چھپانے کو کفر قرار نہیں دیا ہے۔ اسی طرح کامل مومنوں اور نبیوں کے لئے شجاعت اور بے خوفی کو لازم قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدہ: ۵۵) لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (الاحزاب: ۴۰) وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (الانبیاء: ۲۹) لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ (النمل: ۱۱)

پس عجیب بات یہ ہے کہ جو بات کمزوروں کے لئے جائز ہے وہ حضرت علیؓ میں پائی جائے اور جو بات کامل مومنوں کے لئے لازم تھی وہ آپ میں مفقود ہو؟

۱۰۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (النور:۵۶) آیتِ استخلاف جس میں صرف خلفاء کا ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے خلفاء کی ایک پہچان بتائی ہے کہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور: ۵۶) یعنی ایامِ خلافت میں خوف کے معاملے بھی پیش آئیں گے۔ مگر وہ دُور ہو جائیں گے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (النور: ۵۶) کہ ان کا دین پوشیدہ نہیں ہوگا اور فرمایا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (النور: ۵۶) یعنی میری عبادت میں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ پس اس آیت میں خلفاء کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں:۔

الف۔ ان سے خوف کا دُور ہونا۔

ب۔ ان کا اپنے دین کو ظاہر کرنا۔

ج۔ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔

اگر ہم حضرت علیؓ کو تقیہ باز سمجھیں اور انکو پہلا خلیفہ سمجھیں تو ان تینوں میں سے کوئی علامت بھی حضرت علیؓ میں پوری نہیں ہوتی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں یہ تینوں پوری ہوتی ہیں۔ اگر تقیہ نہ ہو تو پھر تینوں باتیں حضرت علیؓ میں پوری ہوتی ہیں۔

نوٹ:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ (النحل: ۱۰۷) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مُکرَہ کو وہ سزا نہیں ملے گی جو کفر بعد الایمان اور کافر باشرح صدر کو ملے گی۔ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ مُکرَہ کلمہ کفر کہے تو جائز ہے اور گناہ نہیں۔ آیت تو کہہ رہی ہے کہ گناہ ہے تبھی تو اس کا تدارک فرمایا کہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ ----الخ (النحل: ۱۱۱) اگر یہ گناہ ہی نہ ہوتا تو تدارک بتانے کی ضرورت تھی۔

مسئلہ وراثت

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (النساء: ۱۲)

استدلال شیعہ:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اسلامی قانون پیش کیا ہے کہ ہر شخص کی وارث اسکی اولاد ہے۔ چونکہ تمام احکام قرآنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ مساوی طور پر شریک ہیں اس لئے اس مسئلہ میں بھی آپ کا کوئی استثناء نہیں۔ بدیں وجہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو وراثت سے محروم کر کے انکی حق تلفی کی۔

جواب:۔ بیشک یہ آیت عام ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر عام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک

ہوں جیسا کہ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ میں باوجودیکہ خطاب عام ہے پھر بھی آنحضرتؐ کی بیویاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (النساء: ۱۲) والی آیت میں آنحضرتؐ کا استثناء ہو سکتا ہے اگر کوئی کہے اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى والی آیت میں اس واسطے استثناء مانتے ہیں کہ اس استثناء کا خود قرآن کریم میں دوسری جگہ ذکر ہے جہاں فرمایا وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا (الاحزاب: ۵۴) لیکن يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ والی آیت کا استثناء قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم کی عمومیت میں استثناء ضرور قرآن ہی کے ذریعہ ہو بلکہ حدیث یا تعامل کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔ (بنی اسرائیل: ۲۴) یعنی اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو۔ کے حکم سے آنحضرتؐ کا حکم عام ہے مگر اس میں آنحضرتؐ شامل نہیں۔ اور یہ استثناء قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں، بلکہ واقعات سے ثابت ہے کیونکہ حضورؐ کے والدین بچپن ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ اسی طرح يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ (النساء: ۱۲) والی آیت میں جو استثناء ہے وہ آپ کی اسی صحیح حدیث کی بناء پر ہے جو بخاری و مسلم بلکہ تمام صحاح میں موجود ہے۔ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاۤءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ (بخاری کتاب خمس۔ فضائل اصحاب النبی۔ مغازی فرائض۔ مسند احمد بن حنبل: ج ۲، ص ۴۶۳) جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

حدیث القرطاس

شیعہ اور سُنیوں کے درمیان ایک بحث قرطاس کے نام سے مشہور ہے اس کی بناء بخاری کی ایک حدیث پر ہے جو یہ ہے (بخاری جلد ۳ ص۱۸۳ مصری باب مرض النبیؐ و وفاتہٖ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَ عِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا عَنِّيْ لَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ التَّنَازُعُ۔

{ بخاری۔ باب مرض النبی و وفاتہٖ۔ بخاری کتاب العلم، کتاب الجہاد، کتاب الجزیہ۔ کتاب المغازی }

جواب: ۱۔ یہ روایت صرف ابن عباسؓ کی ہے جن کی عمر اُس وقت صرف گیارہ سال کی تھی اس لئے واقعات کے عدم انضباط کا امکان ہے۔

۲۔ حضورؐ کا مخاطب کوئی خاص شخص نہ تھا۔ لہٰذا حضرت علیؓ و عمرؓ عدم تعمیل کے ایک جیسے مجرم قرار

پائینگے بلکہ وہ فریق جو قلم دوات لانے کا حامی تھا وہ یقیناً مجرم ہے کہ باوجود سمجھنے کے کہ حضور حکم دیتے ہیں قلم دوات نہ لاتے۔

۳۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ "قُوْمُوْا عَنِّيْ لَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ التَّنَازُعُ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے قلم دوات نہ لانیکو نہیں بلکہ جھگڑا کرنے کو بُرا سمجھا۔

۴۔ اگر حضورؐ ضرور کچھ لکھوانا چاہتے تھے تو باوجود چار دن بعد میں زندہ رہنے کے کیوں نہ آپ نے لکھوا دیا۔ اگر موقعہ نہیں ملا تو کم ازکم زبانی طور پر ہی آپ لوگوں کو وہ بات بتا دیتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدۃ : ۶۸) یعنی کوئی ایک پیغام نہ پہنچانا بھی رسالت کے منافی ہے۔ پس اگر وہ قرطاس والی حدیث الٰہی منشاء کے ماتحت تھی اور حضورؐ اس کو پہلے نہیں پہنچا چکے تھے تو اب آپ کا فرض تھا کہ آپ باوجود حضرت عمرؓ کے روکنے کے لکھوا دیتے، یا کم ازکم زبانی یہ پیغام پہنچا دیتے۔ اگر کہو کہ حضرت عمرؓ کا ڈر تھا تو قرآن مجید فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی پیغام الٰہی کے پہنچانے میں تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

۶۔ قرطاس میں ایسی بات حضرتؐ نے لکھوانی تھی جس سے مسلمان گمراہی سے بچیں۔ تو اگر کسی جگہ قرآن میں لکھا ہے کہ قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس سے لوگ گمراہی سے بچ سکتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اس قرطاس میں حضرتؐ نے قرآن کریم ہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا تھا۔ تبھی حضرت عمرؓ نے کہا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ۔ اور قرآن میں ہے يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (النساء : ۱۷۷) کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے لوگ گمراہی سے بچ سکتے ہیں۔

۷۔ آنحضرتؐ اپنی وفات سے دو ماہ پیشتر حجۃ الوداع سے واپس آتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر تمام مسلمانوں کو جمع کرکے فرماتے ہیں۔ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ ۔ (مسلم فضائل الصحابہ صفحہ ۳۶، ۳۷ جلد ۲ مصری) یعنی میں تم میں وفات پاکر دو چیزیں چھوڑ جاؤں گا۔ ایک قرآن مجید اور دوسرے اپنے حقیقی متبع (خلفاء) اس سے معلوم ہوا کہ رسول مقبولؐ اپنی وفات کے بعد اگر کسی تحریر کے پکڑنے کا حکم دیتے تو وہ کتاب اللہ ہے۔

۸۔ یہ عجیب بات ہے کہ کلام اللہ جو ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا ہے جس میں اختتام پر یہ کہدیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ : ۴) اس سے تو گمراہی کا سدِ باب نہ ہوا، مگر آپکی تحریر سے گمراہی ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔

۹۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ رسول مقبولؐ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے لگے تھے مگر اس میں لَنْ تَضِلُّوْا کی نفی غلط ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ سُنّی لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ اول نہیں سمجھتے مگر شیعہ سمجھتے ہیں۔ باوجود اس کے خود شیعوں کے آپس میں بیسیوں فرقے ہیں۔ مثلاً آغا خانی، بوہرے، زیدی، علی اللّٰہی، نصیری، اسمٰعیل وغیرہ۔

(١٠) اگر حضرت عمرؓ کا قلم دوات نہ لانا اس لئے کفر و فسق ہے کہ آپ نے حکم کی تعمیل نہ کی۔ تو حضرت علیؓ نے علاوہ اس حکم کی عدم تعمیل کے حدیبیہ کے موقعہ پر بھی ایک حکم کی قولاً و فعلاً عدم تعمیل کی ہے جہاں انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا باوجودیکہ رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ اُمْحُ اِسْمِیْ مگر حضرت علیؓ نے کہا وَاللّٰہِ لَا اَمْحُوْکَ اَبَدًا حَتّٰی مَحَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری کتاب الصلح باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان) کہ خدا کی قسم میں آپ کا نام کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ یہاں تک کہ خود آنحضرتؐ نے اسے مٹا دیا۔

تردیدِ مُتعہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوتے تو عرب میں آٹھ دس قسم کے نکاح رائج تھے جن میں سے ایک متعہ یعنی میعادی نکاح بھی تھا۔ جس طرح باوجود خود اپنے نقائص کے شراب ایک مدت تک حرام نہیں ہوئی اسی طرح متعہ بھی جنگ خیبر تک حرام نہیں ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ کی روایت بخاری (بخاری کتاب النکاح باب النھی عن نکاح المتعۃ) میں پائی جاتی ہے کہ رسول کریمؐ نے اعلان کیا کہ متعہ حرام کر دیا گیا ہے۔ پھر جنگ اوطاس (ترمذی کتاب النکاح باب نکاحِ متعۃ) پر جو فتح مکہ کے دنوں میں ہوئی تھی رسول مقبولؐ نے متعہ کی اجازت ۳ دن کیلئے دی تھی۔ (مشکوٰۃ و ترمذی کتاب النکاح باب نکاح متعہ) اس کے بعد ابد تک حرام ہوگیا۔ (بوداؤد کتاب النکاح۔ باب نکاح متعہ۔ وابن ماجہ کتاب النکاح باب النھی عن نکاح المتعۃ مصری حدیث ١٩٦١ تا ١٩٦٣) اس لئے پہلی حرمت کے قبل کے واقعات یا تین دن کے واقعات حجت نہیں ہو سکتے ورنہ شراب پینا بھی اس دلیل سے جائز ہوگا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ابن عباسؓ یا ابن مسعودؓ یا بعض اور اصحاب اخیر تک حلتِ متعہ کے قائل تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کے دو گروہ ہیں ایک حرمت کا قائل اور ایک حِلت کا قائل۔ چونکہ حرمت کا قائل گروہ بغیر آنحضرتؐ سے حُرمت کے سننے کے ایک حلت کو حرمت میں تبدیل نہیں کر سکتا اور حلت کا قائل گروہ حرمت کے فتویٰ کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حلت کا اظہار کر سکتا ہے اس لیے حرمت کے گروہ کو حلت کے گروہ پر ترجیح دیجاویگی اور وہ احادیث جن میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے عہد میں متعہ تھا مگر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کر دیا۔ وہاں متعۃ الحج مراد ہے نہ کہ متعۃُ النساء۔

اور حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ مُتْعَتَانِ کَانَتَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنَا اُحَرِّمُھُمَا (مسند احمد بن حنبل ١-٥٢، ٣-٣٢٥) یہاں پر حرام سے مراد اعلان اور اظہار حرمت ہے جیسا کہ حدیث اَنَا اُحَرِّمُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرٰھِیْمُ مَکَّۃَ (ابو داؤد۔ کتاب المناسک باب فضل مکہ و مدینہ۔ فردوس الاخبار جلد ٢ صفحہ ٢١٢ نیا ایڈیشن) میں ہے۔ یعنی متعۃ الحج اور متعۃ النساء۔ کو جو حضرتؐ کے زمانہ میں ایک وقت تک ہوتے تھے مگر بعد میں وہ حرام ہو گئے اور کئی لوگوں کو انکی حرمت معلوم نہ ہوئی اس لیے میں لوگوں پر ان دونوں کی حرمت ظاہر کرتا ہوں اور وہ احادیث جن میں جنگِ اوطاس کے تین دن کے متعہ کا ذکر ہے (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب اعلان النکاح پہلی فصل) شیعوں کی کتب میں اس کے پہلے

ٹکڑے دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ پوری حدیثیں یوں ہیں کہ تین دن کے بعد متعہ حرام قرار دیا گیا ہے فَهُوَ الْحَرَامُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (فردوس الاخبار نیا ایڈیشن جلد ۵ صفحہ ۹ روایت ۱۹۳ راوی سبرۃ الجہنی) اور یہ کہنا کہ اہل بیت کا اتفاق ہے کہ متعہ حلال ہے صحیح نہیں کیونکہ بارہ اماموں میں سے پہلے امام یعنی حضرت علیؓ کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے کہ متعہ حرام ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ خود آنحضرتؐ نے خدا تعالیٰ کے خاص حکم سے متعہ کو حرام قرار دیا۔ ملاحظہ ہو:۔

اِنِّیْ کُنْتُ اَحْلَلْتُ لَکُمُ الْمُتْعَةَ وَاِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّھَا حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (فردوس الاخبار دیلمی پہلا ایڈیشن جلد ۳ صفحہ ۱۱ سطر ۲) کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے متعہ حلال کیا تھا مگر جبرائیل میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ متعہ قیامت تک حرام ہے۔

نوٹ:۔ دیلمی کے صفحہ و سطر کا حوالہ "فردوس الاخبار" کے اس نسخہ کے مطابق ہے جو کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ (خادمؔ)

پس حضرت عمرؓ پر کوئی الزام نہیں، انہوں نے جو کچھ کیا آنحضرتؐ کے فتویٰ اور حکم کے مطابق کیا۔ اور یہ کہنا کہ متعہ کا رواج ہو جاوے تو زنا مفقود ہو جائیگا۔ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر شریعت نہ اتاری جاتی تو کوئی شخص گنہ گار نہ ہوتا۔

اب ہم قرآن مجید سے پہلے وہ مقام دیکھتے ہیں جہاں سے شیعہ لوگ متعہ نکالتے ہیں اور وہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا تَرَاضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (النساء : ۲۵) کے الفاظ ہیں لیکن اگر اس آیت کے ماقبل اور مابعد میں تدبر کیا جاوے تو یہ آیت متعہ کی تائید میں نہیں بلکہ متعہ کے برخلاف ہے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ (النساء: ۲۴) یعنی ماؤں اور ان تمام عورتوں سے ہمبستر ہونا جن کا ماؤں کے بعد ذکر ہے حرام ہے یعنی ان سے مجامعت حرام ہے۔ آگے فرمایا وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ (النساء: ۲۵) یعنی ان عورتوں کے سوا باقی تمام عورتوں سے مجامعت کرنا جائز ہے۔ مگر مجامعت کے لئے کچھ شرائط ہیں پہلے وہ پوری کرو پھر مجامعت کرو یعنی

۱۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ (النساء: ۲۵) یعنی مہر مقرر کرو۔

۲۔ مُّحْصِنِیْنَ (النساء ۲۵) اس عورت کو قید میں لانیوالے ہوں یعنی ایسا معاہدہ کریں کہ عورت پھر مرد سے چھوٹ نہ سکے۔

۳۔ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (النساء: ۲۵) یعنی غرض اس معاہدہ کی شہوت فرو کرنا نہ ہو۔

اب ان تین شرطوں کے بعد جب مرد ہمبستر ہو جاوے تو وہ جو پہلی شرط ہے یعنی مال مقرر کرنا اب اس کی پوری ادائیگی ضرور ہو گی۔ اس لئے فرمایا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ (النساء: ۲۵) یعنی چونکہ تم نے ان سے فائدہ اُٹھایا اس لئے ان کے مہر ادا کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی عورت سے ہمبستر ہونے کے لئے تین شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔ چونکہ متعہ میں دوسری شرط یعنی عورت کا قید ہو جانا

مفقود ہے اس لیے معلوم ہوا کہ متعہ کے ذریعہ ہمبستر ہونا حرام ہے آگے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ (النساء : ۲۶) اس کے بعد فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (النساء: ۲۶) یعنی لونڈی کو بیوی بنانا زنا سے بچنے کے لئے ہم نے جائز قرار دیا۔ ورنہ وَ أَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (النساء : ۲۶) اِس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مشکلات کا حل متعہ نہیں ہے بلکہ لونڈیوں کو بیوی بنانا ہے۔

اب ہم غور کرتے ہیں کہ آیا میعادی نکاح عقلاً قابلِ عملدرآمد ہے یا کہ نہیں۔ غور کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہت سے نقائص ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ جو وفاداری خدا تعالیٰ نے عورت اور مرد کی طبیعت میں پیدا کی ہے وہ اس فعل سے مفقود ہو جائے گی۔

۲۔ شریعت کہتی ہے کہ أَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ (سُنن ابوداود۔ کتاب الطلاق حدیث ۳) یعنی گو طلاق اپنے موقعہ پر جائز ہے مگر یہ سخت تکلیف دہ واقعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مرد و عورت کے تعلق کے بعد جُدائی کو ناپسند کرتی ہے۔ حالانکہ متعہ میں پہلے ہی سے جُدائی کی شرط کر لی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ متعہ عقلاً جائز نہیں ہے۔

۳۔ تیسرا نقص یہ ہے کہ قرآن کریم نے عدت کی صرف دو صورتیں رکھی ہیں۔ مطلقہ کی اور متوفی عنہا زوجہا کی۔ تیسری کوئی عدت اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعہ والی جدائی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور جب کوئی صورت نہ ہوئی تو یہی متعہ کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

۴۔ متعہ میں اختلاطِ نسل کا ڈر ہے۔

۵۔ ایک شخص ایک عورت سے سفر میں تین دن کے لیے متعہ کرتا ہے اور تین دن کے بعد اپنے ملک میں واپس چلا جاتا ہے ممکن ہے کہ وہ عورت حاملہ ہو گئی ہو۔ ایسی صورت میں اولاد کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔

۶۔ جو دلیل نیوگ کے خلاف پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ فطرتِ صحیحہ کے مطابق ہوتا تو اس کا اعلان ہوتا۔ کیونکہ ہر شخص یہ کہتا ہے کہ مَیں نکاح کے نتیجہ میں ہوں۔ یہی دلیل بعینہٖ متعہ کے خلاف پیش کی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں لاکھوں شیعہ ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ مَیں متعہ کے نتیجہ میں ہوں اور نہ یہ کبھی کسی سے سُنا ہے کہ مَیں اپنی لڑکی کا متعہ کرانا چاہتا ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ متعہ فطرتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔

۷۔ آنحضرتؐ نے گیارہ نکاح کئے۔ دوست اور دشمن آپ کی بیویوں کے نام جانتے ہیں مگر کوئی عورت ایسی نہیں جس سے آپ نے متعہ کیا ہو باوجودیکہ آپکو تعددِ ازدواج کی دوسرے مسلمانوں سے زیادہ ضرورت تھی۔ پس آپ کا متعہ نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ متعہ مستحسن امر نہیں۔

۸۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے متعدد نکاح کئے ہیں مگر کسی معتبر کتاب سے ثابت

نہیں کہ آپ نے کوئی متعہ کیا ہو۔ اگر کیا ہے تو عورت کا نام، متعہ اور مہر وغیرہ پوری کیفیت کے ساتھ بیان کیجئے۔

۹۔ ہمارے نزدیک ائمہ اثنا عشرہ میں سے کسی نے متعہ نہیں کیا اور ہم کسی مشتبہ، مبہم یا عمومی روایت کے قائل نہیں۔ ہم اس وقت ائمہ کے متعہ کو تسلیم کریں گے جبکہ شیعہ بالیقین کسی امام یا امام کی اولاد کو متعہ کی اولاد قرار دیں گے۔

۱۰۔ جو ماحصل زنا کا ہے اور جو نقائص زنا میں ہیں وہی متعہ کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں شیعہ جو نقص زنا میں نکالیں گے اگر غور کیا جائے تو وہی نقص متعہ میں بھی پایا جاوے گا۔ پس بحث مباحثہ میں شیعوں سے نقائص زنا پوچھنے چاہئیں پھر جب چھان بین کی جاوے گی تو لازماً وہی نقائص متعہ میں بھی ثابت ہوں گے۔

۱۱۔ ممتوعہ کی کوئی عدت شریعت میں نہیں لہٰذا اختلاطِ نسل کا خطرہ ہے۔ عدت خاوند کے طلاق دینے یا مر جانے کی وجہ سے ہوتی ہے مگر متعہ میں نہ خاوند مرتا ہے اور نہ وہ طلاق ہی دیتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی شرعی عدت نہیں اور جب عدت نہیں تو معلوم ہوا کہ متعہ جائز نکاحوں میں سے کوئی نکاح نہیں ہے۔

قاتلین حضرت امام حسینؓ کون تھے؟

اہل کوفہ پکے شیعہ تھے:۔

۱۔ "و بالجملہ اہل تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد۔ و سنی بودن کوفی الاصل خلافِ اصل محتاج بدلیل است۔" (مجالس المومنین مجلس اول ص۳۵ مطبوعہ ایران) یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ ہاں کسی کوفی الاصل کو سنی قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

۲۔ مجالس المومنین میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے:۔

اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ حَرَمًا وَهُوَ مَكَّةُ وَاَلَا اِنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ حَرَمًا وَهُوَ الْمَدِيْنَةُ وَاَلَا اِنَّ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَمًا وَهُوَ الْكُوْفَةُ (مجالس المومنین مجلس اول ص۳۶)

۳۔ کوفہ وہ زمین ہے جس نے حضرت علیؓ کی محبت ابتدائے آفرینش سے قبول کی تھی (جلاء العیون ترجمہ اردو جلد ۱۔ ب فصل ۳ ص۲۲۶)۔

۴۔ اہل کوفہ سلیمان بن خرد خزاعی کے گھر جمع ہوتے تو ان کو مخاطب کر کے سلیمان بن خرد نے کہا اَنْتُمْ شِيْعَتُهُ وَشِيْعَةُ اَبِيْهِ (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص۱۳) کہ اے اہل کوفہ تم امام حسینؓ اور ان کے باپ حضرت علیؓ کے شیعہ ہو۔

☆ ☆ ☆

اہلِ کوفہ کا خط حضرت امام حسینؓ کے نام

جب حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو پہلے مکہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (جلاء العیون مترجم اُردو مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۲ صفحہ ۴۲۶) مگر شیعان اہلِ کوفہ کی طرف سے مندرجہ ذیل عریضہ حضرت امام حسینؓ کو پہنچا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدائیوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہے۔ امابعد، بہت جلد آپ اپنے دوستوں، ہواخواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردمانِ ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں ہے سالبتہ بہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لے آئیے۔" (جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۳ مترجم اُردو صفحہ ۴۳۱)

اہلِ کوفہ کی طرف سے دعوت کے ۱۲ ہزار خطوط حضرت امام حسینؓ کو ملے تھے۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۱)

حضرت امام حسینؓ کا جواب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علیؓ کا مومنوں، مسلمانوں، شیعوں کی طرف ہے امابعد! بہت سے قاصدوں اور خطوط بیشمار کے جو تم نے مجھے لکھے، ہانی و سعید بھی ایک خط تمہارا لائے ہیں تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورۂ عُقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

(جلاء العیون ترجمہ اُردو صفحہ ۴۳۱ جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۳ وناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب دوم صفحہ ۱۳۱)

امام مسلم کا کوفہ پہنچنا | امام مسلم کی اہل کوفہ میں سے ۸۰ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ (بروایت ابومخنف دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۳)

"بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد۔"

امام مسلم کی شہادت اور وصیت | شیعانِ اہلِ کوفہ نے امام مسلم کے ساتھ کس طرح غداری کر کے ان کو اور ان کے دونوں بچوں کو شہید کیا۔ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام مسلم نے بوقت شہادت عمر بن سعد کو مخاطب کر کے مندرجہ ذیل وصیت کی :۔

"میری وصیت اوّل یہ ہے کہ اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں لازم ہے کہ میری شمشیر و زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ جب مجھے قتل کریں تو ابن زیاد سے اجازت لے کر مجھے دفن کر دینا۔ میری وصیت یہ ہے کہ امام حسین کو اس مضمون کا خط لکھیں کہ کوفیوں

نے مجھ سے بے وفائی کی اور آپ کے پسرعم کی نصرت و یاوری نہ کی۔ ان کے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے آپ اس طرف نہ آئیں۔" (جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۳ صفحہ ۴۴۲ و ۴۴۳ مترجم اردو)

ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے:۔

وَالثَّالِثَةُ اَنْ تَكْتُبُوْا اِلٰى سَيِّدِ الْحُسَيْنِ اَنْ يَّرْجِعَ عَنْكُمْ فَقَدْ بَلَغَنِيْ اِنَّهٗ خَرَجَ بِنِسَآئِهٖ وَاَوْلَادِهٖ فَيُصِيْبُهٗ مَا اَصَابَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْجِعْ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ بِاَهْلِ بَيْتِكَ فَلَا يَغُرُّكَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ اَبِيْكَ الَّذِيْ تَمَنّٰى فِرَاقَهُمْ بِالْمَوْتِ۔

کہ میری تیسری وصیت یہ ہے کہ تم میرے آقا حضرت امام حسینؓ کو لکھنا کہ وہ تمہارے پاس نہ آئیں کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ وہ مع عورتوں اور بچّوں کے تشریف لا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ انکو بھی وہی مصیبت پہنچے جو مجھے پہنچی ہے۔ پھر انہیں لکھنا کہ مسلم کہتا ہے کہ اے امام حسینؓ! (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) اپنے اہلِ بیت سمیت واپس لوٹ جائیے اور اہلِ کوفہ کے وعدے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالیں، کیونکہ وہ آپ کے والد (حضرت علیؓ) کے وہی صحابی ہیں جن سے جُدائی کے لئے آپ کے باپ نے موت کی خواہش کی تھی۔

امام حسینؓ کی روانگی جانب کوفہ

لیکن حضرت امام حسینؓ کوفہ کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔ ان کو امام مسلم کی شہادت کی خبر مقام ثعلبیہ پر پہنچی۔ منزل زبالہ پر اپنے قاصد عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر بھی آپ کو ملی۔ اس پر آپ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کرکے فرمایا:۔

"خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کیا گیا ہے اور ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جُدا ہو جائے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔" پس ایک گروہ جو بہ طمع مال وغنیمت وراحت وعزّتِ دنیا حضرت کے رفیق ہوتے تھے ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے اور اہل بیت وخویشان آنحضرت اور ایک جماعت کہ از روئے ایمان ویقین رفیق حضرت تھے باقی رہ گئے۔ (جلاء العیون مترجم اردو جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۴ صفحہ ۴۵۲)

خلاصۃ المصائب میں ہے:۔

بَلَغَنِيْ خَبَرُ قَتْلِ مُسْلِمٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنِ يَقْطُرَ وَقَدْ خَذَلَنَا شِيْعَتُنَا (خلاصۃ المصائب مطبوعہ نولکشور روایت ہفتم صفحہ ۵۶) کہ مجھے مسلم اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر پہنچی ہے اور ہم کو ہمارے شیعوں نے ہی ذلیل وبیکس کیا ہے۔

نوٹ:۔ اس عبارت میں قَدْ خَذَلَنَا شِيْعَتُنَا کے الفاظ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں کیونکہ حضرت امام حسینؓ نے اپنی زبان سے فرما دیا ہے کہ ہماری ان تمام مصیبتوں کا موجب ہمارے شیعوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

حضرت امام حسینؓ کا خط اہلِ کوفہ کے نام

امام مسلم بن عقیل اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی اطلاع ملنے سے قبل حضرت امام حسینؓ نے مندرجہ ذیل خط اہلِ کوفہ کو لکھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علیؓ کی طرف سے برادران مومن مسلم کو ہے۔ تم پر سلام الٰہی ہو۔ امابعد بدرستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے اور تم کو تمہارے حُسنِ نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے۔ بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری جانب آتا ہوں جب میرا قاصد تم تک پہنچے تم پر لازم ہے کہ کمرِ متابعت مضبوط باندھو اور اسباب کارزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کے لئے مہیا ہو کہ میں اب بہت جلد آپ تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔" (جلاء العیون مترجم جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۳ صفحہ ۴۳۹)

نوٹ:۔ اس خط سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

۱۔ بقول شیعیان امام حسینؓ کی روانگی بجانب کوفہ لڑائی اور کارزار کے لئے تھی نہ کہ پُرامن رہنے کی نیت سے۔

۲۔ امام حسینؓ کو علم غیب نہ تھا اور نہ انہیں امام مسلم بن عقیل کی شہادت کا علم ہو سکا اور نہ اہلِ کوفہ کی غداری کا علم ان کو ہوا۔ حالانکہ اس خط کی تحریر سے قبل امام مسلم بن عقیل انہی کوفیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔

نزول کربلا اور اسکے بعد | جب حضرت امام حسینؓ میدانِ کربلا میں اُترے تو ابنِ زیاد نے (جو یزید کی فوج کا سپہ سالار تھا) مندرجہ ذیل مکتوب حضرت امام حسینؓ کو لکھا:۔

"میں نے سُنا ہے کہ آپ کربلا میں اُترے ہیں اور یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے کہ آپکو مہلت نہ دوں یا آپ کی بیعت لوں۔ اور اگر انکار کیجئے تو یزید کے پاس بھیجدوں۔"

(جلاء العیون مترجم اُردو جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۴ صفحہ ۴۵۶)

نوٹ:۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ زیاد کو یزید کی طرف سے حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنے کی ہدایت یا اجازت نہ تھی۔

اس خط کو حضرت امام حسینؓ نے پھاڑ دیا۔ بعد ازاں جب قرۃ بن قیس کوفی آپ سے ملنے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا:۔

"تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے اور بہت مبالغہ اور اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں تو مجھے واپس جانے دو۔" (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۷۵)

فرشتے لیٹ ہو گئے | حضرت امام حسینؓ کی تکلیف اور بے بسی کو دیکھ کر ملائکہ نے خدا تعالیٰ سے بعد اصرار عرض کیا کہ حضرت امام حسینؓ کی مدد کرنے کی اجازت دی جائے بالآخر

اللہ تعالیٰ نے اجازت دی لیکن جب فرشتے زمین پر پہنچے تو اس وقت حضرت امام حسینؓ شہید ہو چکے تھے۔
(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۴۹۵ و صفحہ ۵۴۰ مترجم اردو)

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن ۔ خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

پانی کا معجزہ ذاکرین عام طور پر کربلا میں پانی کا بند کیا جانا، کئی کئی دن تک امام حسینؓ اور آپ کے مصاحبین کی تشنگی اور اس کے ساتھ بیسیوں متعلقہ روایات بیان کر کے عوام کو رُلایا کرتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل روایت ان سب روایات کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے کافی ہے۔
جلاء العیون اُردو جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۴ صفحہ ۴۵۹ پر ہے:۔

"امام حسین نے ایک بیلچہ اپنے ہاتھ میں لیا اور پشتِ خیمہ حرم محترم سے سمت قبلہ ۹ قدم کے فاصلہ پر جاکر بیلچہ کو زمین پر مارا۔ کہ بہ اعجاز آنحضرتؐ چشمۂ آبِ شیریں ظاہر ہوا اور امام حسینؓ نے مع اصحاب وہ پانی نوش کیا اور مشکیں وغیرہ بھر لیں۔ پس وہ چشمہ غائب ہو گیا اور پھر اس کا اثر بھی کسی نے نہ دیکھا۔"
پس ایسے اعجازی بیلچہ کی موجودگی میں حضرت امام حسینؓ کی تشنگی کی روایات گھڑ گھڑ کر بیان کرنا کیونکر جائز ہے؟

کیا یزید حضرت امام حسینؓ کو شہید کرنا چاہتا تھا؟

اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل روایات اہل شیعہ سے نفی میں ملتا ہے:۔
۱۔ جلاء العیون اردو صفحہ ۴۵۶ کی وہ روایت جو "نزولِ کربلا اور اس کے بعد" کے عنوان کے نیچے اوپر درج ہو چکی ہے۔ (صفحہ ۱۷۱ پاکٹ بک ہذا)
۲۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۶۹ پر درج ہے کہ یزید کو تین شخصوں نے باری باری حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دی، اور ان تینوں کو یزید نے زجر و توبیخ اور تنبیہ کی۔ وہ اشخاص زجر بن قیس، محضر بن ثعلبہ اور شمر ذی الجوشن تھے۔
زجر بن قیس نے جب قتلِ حسینؓ کی اطلاع دی تو لکھا ہے کہ:۔
"یزید لختے سر فرو داشت و سخن نہ کرد، و پس سر برآورد و گفت قَدْ كُنْتُ أَرْضَىٰ بِطَاعَتِكُمْ بِدُوْنِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ۔ أَمَا لَوْ كُنْتُ صَاحِبَهٗ لَعَفَوْتُ عَنْهُ۔ اگر من حاضر بودم حسینؓ معفو می داشتم"
یعنی یزید دم بخود ہونے کے باعث سکتہ میں چلا گیا، اور بعد ازاں سر اُٹھا کر کہنے لگا کہ میں اس بات پر زیادہ راضی تھا کہ تم میرے حکم کی اطاعت کرتے اور امام حسینؓ کو قتل نہ کرتے۔ اور اگر میں وہاں موجود ہوتا تو انہیں چھوڑ دیتا۔
اسی طرح محضر بن ثعلبہ نے اطلاع دیتے ہوئے اہل بیت امام حسینؓ کی شان میں کچھ گستاخی کی تو یزید نے کہا:۔
مَا وَلَدَتْ أُمُّ مُحْضَرٍ أَشَدَّ وَأَلْأَمَ وَلٰكِنْ قَبَّحَ اللّٰهُ ابْنَ مَرْجَانَةَ یعنی محضر کی ماں

نے ایسا سخت ترین اور کینہ بجز نہ جنا ہوگا لیکن خدا ابن زیاد کا بھلا نہ کرے۔

اسی طرح شمر ذی الجوشن دربار یزید میں آیا اور طالب انعام ہوا تو یزید نے اسے بھی ناکام و نامراد پھیرا اور کہا کہ خدا تیری رکاب آگ اور ایندھن سے بھر دے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۶۹)

پہلا ماتم کرنے اور کرانے والا یزید تھا

۱۔ جب بعد از واقعۂ کربلا ممبران اہلِ بیت امام حسینؓ دمشق میں یزید کے ہاں بلائے گئے تو اس نے حکم دیا کہ ان کو فوراً حرم سرائے (زنانخانہ) میں لیجاؤ۔ یزید کے اپنے متعلق لکھا ہے:۔

كَانَ بِيَدِهٖ مِنْدِيْلٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ دُمُوْعَهٗ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّحُوْلَنَّ اِلٰى هِنْدَ بِنْتِ عَامِرٍ فَاِذَا دَخَلْنَ عِنْدَهَا فَسُمِعَ عَنْ دَاخِلِ الْقَصْرِ بُكَاءٌ وَنِدَاءٌ وَعَوِيْلٌ۔

(خلاصۃ المصائب نولکشور صفحہ ۳۰۲)

یعنی یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ یزید نے کہا کہ حرم محترم کو ہند بنت عامر کے ہاں ٹھہراؤ۔ چنانچہ جب وہ اندر داخل ہوئیں تو رونے اور چلانے کی صدا بلند ہوئی۔

۲۔ جب مخدرات اہلِ بیت عصمت و طہارت اس ملعون (یزید) کے گھر میں داخل ہوئے تو عورات ابوسفیان (خاندانِ یزید۔ ناقل) نے اپنے زیور اُتار ڈالے اور لباس ماتم پہن کے آواز بہ نوحہ و گریہ بلند کی اور تین روز ماتم رہا۔ (جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۲۶)

۳۔ ہند بنت عبداللہ بن عامر جو یزید کی بیوی تھی کے متعلق لکھا ہے:۔

اس نے پردہ کا مطلق خیال نہ کیا اور گھر سے نکل کر مجلس یزید ملعون میں جس وقت کہ مجمع عام تھا آ کے کہا، اے یزید! تو نے سر مبارک امام حسینؓ پسر فاطمۃ الزہراؓ کا میرے گھر کے دروازہ پر لٹکایا ہے۔ یزید نے دوڑ کر کپڑا اس کے سر پر ڈال دیا اور کہا کہ گھر میں چلی جا اور فرزند رسولؐ خدا بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر کہ ابن زیاد نے ان کے بارے میں جلدی کی۔

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۲۶ - ۵۲۷)

مَیں انکے قتل پر راضی نہ تھا

"پس اہل بیت رسولِ خدا کو اپنے گھر میں رہنے کی جگہ دی اور ہر صبح و شام امام زین العابدین کو دسترخوان پر بُلاتا تھا۔"

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۲۶ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۸۰ و ذبیح الاحزان صفحہ ۲۴۸)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا حوالہ میں جو یہ ذکر آتا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسینؓ کا کاستہ سر اپنے محل کے دروازہ پر آویزاں کر دیا تھا یہ اہلِ شیعہ کی دوسری روایات کے پیش نظر محض غلط اور مبالغہ آمیزی ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ امام حسینؓ کا سر مبارک کوفہ کے راستہ میں شام تک جانے سے پہلے ہی بذریعہ ایک مخلص و خیر خواہ کے نجف اشرف میں پہنچ گیا تھا۔ دمشق میں تو پہنچا ہی نہیں۔ (فروغ کافی جلد ۱ صفحہ ۵۹۴ مطبع نولکشور باب موضع راس الحسینؓ)۔

اس فروعِ کافی والی روایت کو صاحب ناسخ التواریخ نے بحوالہ کتاب کامل الزیارۃ امام جعفر صادق سے تسلیم کیا ہے۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۸۸ جلد ۶ کتاب ۲)

۴۔ حضرت سکینہ دُختر امام حسینؓ نے ایک خواب دیکھا جو کہ یزید کے آگے بیان فرمایا۔ یزید نے جب یہ خواب سُنا تو اپنے مُنہ پر طمانچے مار کر گریہ کیا اور کہا۔ مجھے قتلِ حسینؓ سے کیا مطلب تھا۔"
(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ ص ۵۲۸)

۵۔ آں ملعون طمانچہ برروئے نحس خود زد و گفت مرا چہ کار با قتلِ حسینؓ بود"؟ (مہیج الاحزان مجلس ۱۳ ص ۲۳۵) کہ اس ملعون (یزید) نے اپنے منحوس چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ مجھے قتلِ حسینؓ سے کیا تعلق یا واسطہ تھا؟

۶۔ یزید نے اہلِ بیتِ رسالت کو طلب کرکے انکو نہایت عزّت و حرمت سے شام میں رہنے یا مدینہ منورہ کی طرف چلے جانے کا اختیار دیا، اور انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو منظور ہوئی۔ اور ملک شام میں جسقدر قریش و بنی ہاشم تھے وہ ماتم و گریہ زاری میں شریک ہوئے اور سات روز تک آنحضرتؐ پر نوحہ وزاری کی۔ روزِ ہشتم یزید نے ان کو طلب کیا اور عذر خواہی کرکے انکو شام میں رہنے کی تکلیف دی۔ جب انہوں نے قبول نہ کیا تو محمل ہائے مزین ان کے واسطے آراستہ کئے اور خرچ کے لئے مال حاضر کیا اور ان سے کہا کہ یہ اس ظُلم کا عوض ہے جو تم پر ہوا"۔
(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۳۱، ۵۳۲ و مہیج الاحزان مجلس ۱۳ ص ۲۳۵)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے خود امام حسینؓ کے ماتم کی اجازت دی اور ملک شام میں جو ماتم ہوا وہ خود یزید کی اجازت سے ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ امام حسینؓ کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کو یزید بھی ظلم سمجھتا تھا پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ یزید باوجود اس کو "ظلم" قرار دینے اور سمجھنے کے خود اسے روا رکھتا۔

۷۔ یزید نے امام زین العابدین کو طلب کیا اور بخیال رفع تشنیع کہا خدا ابن مرجانہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو امام حسینؓ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کرتے میں ان کو دیتا۔ اور انکے قتل پر راضی نہ ہوتا۔ آپ ہمیشہ مجھ کو خط لکھا کریں اور جو حاجت ہو مجھ سے طلب فرمائیں کہ میں بجالاؤنگا"۔
(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ ص ۵۳۲)

ایک سوال

خلاصۃ المصائب ص ۳۰۲ مطبوعہ نولکشور وغیرہ کتب کی روایات کی بناء پر یزید کا امام حسینؓ کے قتل پر آنسو بہانا ثابت ہے مگر جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۵ ص ۳۷۹ پر درج ہے کہ "جو امام حسینؓ" کو یاد کرے اور اس کی آنکھ پر بقدر پر مگس آنسو نکلے، ثواب اس کا خدا پر ہے اور خدا اس کے لئے کسی ثواب پر راضی نہیں ہے بغیر بہشت عطا کرنے کے"۔

تو اندریں صورت یزید کے انجام کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

خود شیعہ ہی قاتلینِ امام حسینؓ ہیں

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد سپہ سالار لشکر یزید جس نے امام حسینؓ کو شہید کیا۔ ۸۰ ہزار کوفیوں پر مشتمل

تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

"وابی مخنف لشکر ابن زیاد را ہشتاد ہزار سوار نگاشتہ وگوید ہمگاں کوفی بودند وحجازی و شامی بایشاں نہ بود" (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۸۱) یعنی ابو مخنف نے ابن زیاد کا لشکر اسّی ہزار بتایا ہے اور کہا ہے کہ وہ سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں نہ کوئی حجازی تھا اور نہ شامی۔

۲۔ فَتَكَمَّلَ الْعَسْكَرُ ثَمَانُوْنَ اَلْفًا فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔ (مرقع کربلا مطبوعہ ریاضی پریس امروہہ صفحہ ۲) کہ ابن زیاد کا لشکر سب کا سب ۸۰ ہزار کوفی سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی۔

اب دیکھئے اسی ابو مخنف کی دوسری روایت جس میں وہ کہتا ہے کہ امام مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے ۸۰ ہزار کوفی تھے۔

"بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد" (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۳۳)

۳۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ کربلا میں جب وقتِ ظہر ہوا تو حضرت امام حسینؓ اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ابن زیاد کے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر ابن زیاد کے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَيُّهَا النَّاسُ! میں تمہاری طرف نہیں آیا مگر جبکہ تمہارے خطوط متواتر اور تمہارے قاصد پے در پے میرے پاس پہنچے۔ تم نے لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیے کہ ہمارا امام پیشوا کوئی نہیں ہے شاید خدا ہم کو اور آپ کو حق و ہدایت پر متفق کرے۔ اگر تم اپنے عہد وگفتار پر برقرار ہو تو مجھ سے پیمان تازہ کر کے میرا دل مطمئن کرو۔ اور اگر اپنے گفتار سے پھر گئے ہو اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے اور میرے آنے سے بیزار ہو تو میں اپنے وطن کو واپس جاتا ہوں۔"

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۴ صفحہ ۴۵۳)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے نزدیک بھی آپ کے قاتلین بھی وہی تھے جنہوں نے کوفہ سے بیشمار خطوط بھیج کر اور بیعتِ مسلم کر کے بلایا تھا۔

۴۔ ناسخ التواریخ (مکمل حوالہ اگلے صفحہ پر درج ہے) میں ہے کہ امام حسینؓ نے لشکرِ یزید کے قاصد قرہ بن قیس کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بیشمار مجھے لکھے، بہت مبالغہ اور اصرار کر کے مجھے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے تو مجھے واپس جانے دو" (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۵۲)۔

۵۔ جب حضرت امام حسینؓ دشتِ کربلا میں خیمہ زن تھے، ایک عراقی مکّہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر کرسی پر بیٹھ کر خطوط کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ جب اس نے وجہ بےکسی و بے وطنی کی دریافت کی تو امام نے فرمایا:۔

"بنو امیہ مرا بیم قتل دادند و مردم کوفہ مرا دعوت کردند، اینک مکاتیب ایشاں است، حالانکہ کشندۂ من ایشانند" (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۵۹)

کر بنو اُمیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی اور کُوفہ والوں نے مجھے بُلایا، یہ سب خطوط انہی کے ہیں، اور حالانکہ میرے قاتل یہی لوگ ہیں۔

نوٹ:۔ اس روایت میں تو خود حضرت امام حسینؓ نے اپنے قتل اور واقعاتِ کربلا کی تمام ذمہ داری یزید سے ہٹا کر اہلِ کوفہ پر رکھی ہے۔

۶۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۹۶ میں بحوالہ کتاب نورالعین مرقوم ہے:۔

"حضرت سکینہؓ دُختر حضرت امام حسینؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے خیمہ میں تھی، ناگاہ رونے کی آواز سُنائی دی۔ میں چُپکے سے اپنے پدرِ بزرگوار کے پاس چلی گئی، وہ رو رہے تھے اور اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔ "اے جماعت! جس وقت تم میرے ساتھ باہر نکلے، تم نے ایسا جانا کہ میں ایسی قوم میں جاتا ہوں جس نے دل وزبان سے میری بیعت کرلی ہے۔ اب وہ خیال دگرگوں ہوگیا ہے۔ شیطان نے ان کو فریفتہ کرلیا، یہاں تک کہ خدا کو بھُول گئے ان کی ہمت اب اس پر لگی ہے کہ مجھ کو قتل کریں اور میرے مجاہرین کو قتل کریں۔"

حضرتِ زینبؓ و دیگر اہلِ بیتِ امامؓ کی تقریریں

بعد از واقعہ کربلا جب خاندان امام حسینؓ کے بقیہ ممبران کو دمشق کی طرف بھیجا جارہا تھا۔ تو جب یہ قافلہ کوفہ کے پاس سے گزرا تو کوفہ کے بہت سے لوگ دیکھنے کے لئے آئے اور ممبرانِ اہلِ بیت امام حسینؓ کو دیکھ کر رونے اور ماتم کرنے لگے، اس پر حضرت زینبؓ ہمشیرہ حضرت امام حسینؓ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

اما بعد، اے اہلِ کوفہ! اے اہلِ غدر ومکر وحیلہ!! تم ہم پر گریہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد ونالہ ساکن نہیں ہوا اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنے رسّہ کو مضبوط بٹتی ہے اور پھر کھول ڈالتی ہے......تم ہم پر گریہ ونالہ کرتے ہو حالانکہ خود تم نے ہی ہم کو قتل کیا ہے۔ سچ ہے واللہ! لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ ہو۔ تم نے عیب وعارِ ابدی خود خرید کیا۔ اس عار کا دھبّہ کسی پانی سے تمہارے جامے سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ خاتم پیغمبراں وسیدِ جوانانِ بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کرسکتے ہو! اے اہلِ کوفہ! تم پر وائے ہو!! تم نے کن جگر گوشہ ہائے رسولؐ کو قتل کیا اور کن باپردگیان اہلبیتِ رسولؐ کو بے پردہ کیا؟ کسقدر فرزندانِ رسولؐ کی تم نے خونریزی کی، انکی حرمت کو ضائع کیا۔ تم نے ایسے بُرے کام کئے جن کی تاریکیوں سے زمین وآسمان گھر گیا۔"

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۳ نیز ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ لندن)۔

۷۔ بعد ازاں حضرت فاطمہؓ بنت حضرت امام حسینؓ نے بھی اہلِ کوفہ کو لعن طعن کی ہے لکھا ہے:۔

" در و دیوار سے صدائے نوحہ بلند ہوئی اور سامعین نے کہا اے دُختر پاکان ومعصومان۔ بس کر کہ ہمارے دلوں کو تم نے جلا دیا، اور ہمارے سینہ میں آتش حسرت روشن کردی اور ہمارے دلوں کو کباب

کردیا۔" (جلاء العیون جلد۲ باب۴ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۵)۔

۳۔ اس کے بعد حضرت اُمّ کلثومؓ خواہرِ امام حسینؓ نے ہودج میں سے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :۔

" اے اہلِ کوفہ! تمہارا حال بد ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں! تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسینؓ کو بُلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کرکے مال و اسباب ان کا لُوٹ لیا؟ اور ان کی پردگیانِ عصمت و طہارت کو اسیر کیا؟ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا ہے اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار لگایا اور کیسے خون ہائے محترم کو بہایا اور دخترانِ رسولِ مکرمؐ کو نالاں کیا؟ بعد اس کے مرثیہ سیّدالشہداء میں چند شعر انشاء فرماتے جن کے سننے سے اہلِ کوفہ نے خروش واویلا واحسرتا بلند کیا۔ ان کی عورتوں نے بال اپنے پریشان کئے، خاکِ حسرت اپنے منہ پر ڈال کے اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھیں اور واویلا وَاثبورًا کہتی تھیں اور ایسا ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے نہ دیکھا تھا۔" (جلاء العیون جلد ۲ باب۴ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۶ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۶)۔

امام زین العابدینؓ کی تقریر

پھر امام زین العابدینؓ نے اہلِ کوفہ سے خطاب کیا اور فرمایا:۔

" مَیں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! تم جانتے ہو کہ میرے پدرِ بزرگوار کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی۔ آخرکار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر! کہ تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور راہِ بد اپنے واسطے پسند کی۔ اب کن آنکھوں سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری ہتک کی۔ کیا تم میری اُمت میں سے نہ تھے؟" پس دوبارہ صدائے گریہ بلند ہوئی۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم لوگ ہلاک ہوتے۔

جب صدائے فغاں کم ہوئی، حضرتؓ نے فرمایا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو میری نصیحت قبول کرے سب نے فریاد کی۔ یا ابن رسول اللہ! ہم نے آپ کا کلام سُنا ہم آپ کی اطاعت کریں گے جو آپ سے جنگ کرے ہم اس سے جنگ کریں گے اور جو آپ سے صلح کرے اس سے صلح کریں گے اگر آپ کہیں تو آپ کے ستمگاروں سے آپ کا طلبِ خون کریں۔ حضرتؓ نے فرمایا۔ ہیہات ہیہات!! اے غدّارو! اے مکّارو!! اب پھر دوبارہ مَیں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا اور تمہارے جھُوٹ کو باور نہ کرونگا تم چاہتے کہ مجھ سے بھی وہ سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا۔ بحق خداوندِ آسمانہا تے دوّار! مَیں تمہارے قول و قرار پر اعتماد نہیں کرتا اور کیونکر تمہارے دروغ بے فروغ کو باور کروں، حالانکہ ہمارے زخم ہائے دل ہنوز تازہ ہیں، میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوتے اور ہنوز مصیبت حضرت رسول و پدر و برادر و عزیز و اقربا۔ میں نہیں بھُولا اور اب تک ان مصیبتوں کی تلخی میری زبان پر ہے اور میرے سینہ میں ان مصیبتوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔"

(جلاء العیون جلد۲ باب۴ فصل ۱۵ صفحہ ۵۰۶، ۵۰۷)

۵۔ ایک دوسری روایت میں ہے:۔

"فَقَالَ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ بِصَوْتٍ ضَعِیْفٍ ءَتَنُوْحُوْنَ وَتَبْکُوْنَ لِاَجْلِنَا فَمَنْ قَتَلَنَا۔ سید سجاد بآواز ضعیف فرمود، ہاں اے مردم بر ما گریند و بر ما نوحہ مے کنند پس کشندۂ ما کیست؟ مارا کہ کشت وکہ اسیر کرد۔" (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۳) کہ امام زین العابدینؓ نے کمزور آواز سے کہا تم ہم پر نوحہ و ماتم کرتے اور روتے ہو۔ تو پھر ہم کو قتل کس نے کیا ہے؟

۶۔ حضرت اُمّ کلثومؓ نے اہل کوفہ کی عورتوں کے رونے پر محمل پر سے کہا:۔" اے اہل کوفہ! تمہارے مردوں نے ہم کو قتل کیا اور اب تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں؟ خداوند عالم بروز قیامت ہمارا تمہارا حاکم ہے"۔

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۵ صفحہ ۵۰۷ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۲۴۸)

نوٹ:۔ ان سب تقاریر سے تین باتیں ثابت ہیں۔ اوّل قاتلینِ امام حسینؓ شیعہ تھے اور حضرت امام حسینؓ کے مبایعین تھے جیسا کہ حضرت امام زین العابدینؓ کی تقریر میں بیعت کا لفظ بھی موجود ہے۔ دوّم سب سے پہلے عالمگیر ماتم کرنے والے (یزید کے بعد) خود اہل کوفہ قاتلینِ امام حسینؓ ہی تھے جیسا کہ الفاظ" ایسا ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے نہ دیکھا تھا" سے ظاہر ہے۔ سوّم۔ موجودہ ماتم محض حضرت زینبؓ کی بددعا کا نتیجہ ہے۔" واللہ! لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور مت خندہ ہو" سچ ہے ؎

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا قتل کیونکر
جو چُپ رہیگی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

چار سوال چکڑالویوں سے

قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی ہے

اہلِ قرآن حضرات ہم سے قرآن مجید میں مندرجہ وحی الٰہی کے علاوہ کسی اور وحی کے ہونے کا ثبوت طلب کیا کرتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام وحی الٰہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اس کے متعلق ہم ان سے مندرجہ ذیل چار سوالات کرتے ہیں:۔

۱۔ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰهُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَکُمْ (الانفال : ۸) یعنی اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں سے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ وعدۂ الٰہی جو مسلمانوں سے ہوا قرآنِ پاک میں کہیں درج ہے اگر درج ہے تو کہاں؟ اور اگر درج نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایسی وحی الٰہی بھی ہے جو قرآن کریم میں درج نہیں۔

۲۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (الحشر: ۶)

یعنی اے مسلمانو! تم نے جو کھجور کے تنے کاٹے یا ان کو اپنی جڑوں پر قائم کھڑا رہنے دیا یہ خدا کے ہی حکم سے تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کھجور کے تنوں کو کاٹنے یا چھوڑنے کا حکم دیا تھا جس کا ذکر فَبِاِذْنِ اللّٰہِ میں ہے کیا وہ قرآن میں درج ہے؟ اگر درج ہے تو کہاں؟ اگر درج نہیں تو ثابت ہوا کہ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں درج نہیں۔

۳۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (التحریم ۴) یعنی جب رسول کریمؐ نے کوئی بھید اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے راز فاش کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو بھید کا فاش ہونا بتا دیا تو آپؐ نے بیوی سے پوچھا، کچھ بات تو بتا دی اور کچھ چھپائی۔ تو اس بیوی نے پوچھا کہ آپؐ کو کس نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ اظہارِ الٰہی کیا قرآن میں ہے اگر ہے تو کہاں؟ اگر نہیں تو کیا ثابت نہیں ہوتا کہ ایسی وحی بھی ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی۔ مگر قرآن میں درج نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا (نسآء ۶۲) کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف کہ جسے خدا نے نازل کیا (قرآن) اور رسولؐ کی طرف۔ تو تُو منافقوں کو دیکھے گا کہ وہ تجھ (رسولؐ) سے رُکتے ہیں۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ دو چیزیں منوانا چاہتا ہے (۱) مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ یعنی قرآن۔ (۲) الرَّسُوْل یعنی رسولؐ۔ مگر فرمایا کہ منافق قرآن تو مان لیتے ہیں مگر رسولؐ سے بھاگتے ہیں۔

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ منافق ہیں؟ ظاہر ہے کہ وہی جو احادیث کے منکر ہوں اور صرف قرآن کریم کے ماننے کے مدعی ہیں۔ خادم